ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

مارچ ۱۹۹۲ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

ماہنامہ

انصار اللہ ربوہ

مارچ ۱۹۹۲ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

پبلشر:- چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر:- قاضی منیر احمد

مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی ربوہ

اِس شمارہ میں

جلد نمبر ۳۳

شمارہ نمبر ۳

شرح چندہ

پاکستان ——— تیس روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ ——— تین روپے

دوستے رمضان کے عہد کو یاد رکھیں

یہ مہینہ اصلاحِ نفس کا خاص مہینہ ہے

(حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ)

بعض گذشتہ سالوں میں یہ خاکسار احبابِ جماعت کی خدمت میں یہ تحریک کرتا رہا ہے کہ حضرت مسیح موعود ..... کے منشاء کے ماتحت دوستوں کو چاہیئے کہ رمضان کے مہینہ میں اپنی کسی کمزوری کے متعلق دل میں خدا سے عہد کیا کریں کہ وہ آئندہ اس کمزوری سے ہمیشہ مجتنب رہیں گے۔ حضرت مسیح موعود ..... کا یہ ارشاد بڑی حکمت پر مبنی ہے۔ کیونکہ اوّل تو انسان کا فرض ہے کہ وہ ہمیشہ ہی اپنے نفس کا محاسبہ کر کے اپنی کمزوریوں کو دُور کرنے کی کوشش کرتا رہے اور اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک خدا سے قریب تر ہوتا جائے۔ اس کے علاوہ رمضان کا مہینہ اپنے خاص روحانی ماحول اور نماز روزہ اور نوافل اور تلاوتِ قرآن مجید اور ذکرِ الٰہی اور صدقہ وخیرات کی وجہ سے اس قسم کے محاسبہ اور ترک منہیات کے ساتھ مخصوص مناسبت رکھتا ہے اور اس مشہور مثال کے مطابق کہ لوہا اسی وقت اچھی طرح کُوٹا جا سکتا ہے جب کہ وہ گرم اور نرم ہو۔ رمضان کے مہینہ کو اصلاحِ نفس کے ساتھ خاص جوڑ ہے۔ پس ہمارے بھائیوں اور بہنوں کو چاہیئے کہ وہ موجودہ رمضان میں بھی اِس زرّیں موقعہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی کمزوریوں کو دُور کرنے کی کوشش کریں اور اپنی کسی خاص کمزوری کو سامنے رکھ کر دل میں خدا سے عہد کریں کہ وہ انشاء اللہ آئندہ ہمیشہ اس کمزوری سے الگ رہیں گے اور کبھی اس کے مرتکب نہیں ہوں گے اس عہد کو کسی پر ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ظاہر کرنا عام حالات میں اس کی ستاری کے خلاف ہے اِس لئے صرف دل میں عہد کرنا کافی ہے مگر یہ عہد ایسا ہو کہ "جان جائے مگر بات نہ جائے" کا مصداق بن جائے کیونکہ کان عھد اللہ مسئولاً یعنی خدا کے ساتھ کئے ہوئے عہد کے متعلق قیامت کے دن پُرسش ہوگی۔

اس عہد کے لئے ہر انسان اپنے نفس کے محاسبہ کے ذریعہ اپنے واسطے خود کسی مناسب کمزوری

کا انتخاب کر سکتا ہے مگر بہتر ہو گا کہ ایسی کمزوری کو چُنا جائے جو دوسروں کے لئے ٹھوکر یا خراب نمونہ کا موجب بن رہی ہو اور جماعت کی بدنامی کا باعث ہو لیکن اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر خواہ کوئی کمزوری ہو جسے انسان اپنے حالات کے ماتحت جلد تر ترک کرنے کی طاقت رکھتا ہو اس کے متعلق عہد کیا جا سکتا ہے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک کمزوری کا ترک کرنا اسی طرح دوسری کمزوریوں کو ترک کرنے کی طاقت پیدا کرتا ہے جس طرح ایک نیکی کا اختیار کرنا دوسری نیکیوں کا رستہ کھولتا ہے۔ ذیل میں مثال کے طور پر چند معروف کمزوریوں کا ذکر کیا جاتا ہے تا دوستوں کو انتخاب میں سہولت پیدا ہو۔

(۱) سب سے اوّل نمبر پر نماز میں سُستی ہے اور نماز میں سُستی کے اندر باجماعت نماز میں کوتاہی، نماز کو صرف ٹھونگیں مار کر پڑھنا اور سنوار کر ادا نہ کرنا اور اس کی ظاہری اور باطنی شرائط سے غفلت برتنا سب شامل ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اعمالِ صالحہ میں سے سب سے پہلے نماز کے متعلق پُرسش ہو گی اور یہ بھی حدیث میں آتا ہے کہ نماز مومن کا معراج ہے جس میں نماز پڑھنے والا گویا خدا سے باتیں کرتا ہے۔ پس نماز نہ پڑھنا یا نماز میں سُستی کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

(۲) جماعتی چندوں میں سُستی بھی بڑی کمزوریوں میں سے ہے جس میں شرح کے مطابق چندہ نہ دینا یا کسی مَد میں تو چندہ دینا اور کسی میں غفلت اختیار کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ اِس زمانہ میں جو (دعوتِ اِلی اللہ) اور اشاعتِ (دینِ حق) کا مخصوص زمانہ ہے چندہ اوّل درجہ کی نیکیوں میں شامل ہے اور میرا تجربہ ہے کہ اس کی وجہ سے مال ہرگز گھٹتا نہیں بلکہ مال میں برکت پیدا ہوتی ہے۔ صدر انجمن احمدیہ کے چندے اور تحریکِ جدید کے چندے اور وصیّت کا چندہ اور جلسہ سالانہ کا چندہ اور نئی وقفِ جدید کا چندہ وغیرہ سب نہایت اہم اور نہایت مبارک چندے ہیں اور لاریب یہ تمام چندے مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ میں شامل ہیں جس کے متعلق قرآن مجید نے اپنے شروع میں ہی بہت تاکید فرمائی ہے۔

(۳) لین دین اور تجارت میں بددیانتی کی بدی بھی اِس زمانہ میں بہت بھیانک صورت اختیار کر گئی ہے جس کا نہ صرف انسان کے اخلاق پر بلکہ مجموعی نیک نامی پر بھی بھاری اثر پڑتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ مَن غَشَّ فَلَیسَ مِنِّی یعنی جو شخص دوسروں کے ساتھ دھوکا کرتا اور خیانت کا رویہ اختیار کرتا ہے اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہر سچّے ..... کو ڈرانے کے لئے کافی ہونا چاہیئے۔ قرآن مجید نے بھی ایسے لوگوں کے لئے جو دھوکا کرتے ہیں اور دوسروں کا حق مارتے ہیں وَیل یعنی ہلاکت کی تہدید فرمائی ہے۔ اسی طرح جُھوٹ بولنے کی عادت اور سُود خوری بھی اسی ذیل میں آتی ہے۔ سُود کے متعلق قرآن فرماتا ہے کہ سُود لینے والا خدا تعالیٰ سے جنگ کرنے کے لئے

تیار ہووے اور جھوٹ تو گناہ کے انڈے پیدا کرنے کی مشین ہے۔

(۴) **رشوت** بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ ہر احمدی کا دامن اِس لعنت سے اِس طرح پاک ہونا چاہیئے جس طرح دھوبی کے گھر سے واپس آیا ہوا کپڑا میل کچیل سے پاک ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ کِلَاھُمَا فِی النَّارِ یعنی رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں آگ میں ہیں کیونکہ اس سے قوم کے اخلاق تباہ ہوتے ہیں اور ملک ذلیل ہو جاتا ہے۔ مَیں یہ باتیں صرف مثال کے طور پر لکھ رہا ہوں ورنہ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ خدا کے فضل سے احمدیہ جماعت کی بھاری اکثریت اِن کمزوریوں سے پاک ہے۔

(۵) **شراب نوشی** بھی جسے اُمّ الخبائث (یعنی تمام بدیوں کی ماں) کہا گیا ہے اِس زمانہ کے ...... میں عام ہو رہی ہے اور گو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ احبابِ جماعت خدا کے فضل سے اِس ناپاک عادت سے محفوظ ہیں لیکن آجکل یہ بدی نو تعلیم یافتہ طبقہ میں اور خصوصاً مغرب زدہ لوگوں میں ایسی عام ہو رہی ہے کہ مَیں ڈرتا ہوں کہ بعض خام طبع نوجوان اور خصوصاً فوجی نوجوان اِس کمزوری میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ خود تو شراب سے کنارہ کش رہیں لیکن اپنی دعوتوں میں دوسروں کو شراب پلا دیا کریں حالانکہ یہ فعل بھی رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے سراسر خلاف ہے۔ اِسی طرح جوا بھی شراب کی طرح بہت مخرب اخلاق بدی ہے۔ قرآن مجید نے اِسے شراب کے ذکر کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے۔ آجکل تاش کے کھیل میں جوا بازی یا گھوڑ دوڑ وغیرہ میں جوئے کی شرطیں لگانا عام ہو رہا ہے۔

(۶) **بے پردگی** کا مرض بھی آجکل کے ...... میں عام ہے اور خصوصاً پاکستان بننے کے بعد یہ کمزوری بہت بڑھ گئی ہے اور فیشن کی اتباع میں اپنی بیویوں کو بے پردہ کر کے مردوں کی مجلسوں میں لانے اور بے حجابانہ کُھلے پھرانے اور قرآنی ارشاد وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ کو پسِ پُشت ڈالنے کا مرض وَبا کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ (دینِ حق) ہرگز یہ نہیں کہتا کہ عورتیں گھروں میں قید رہیں یا یہ کہ وہ تعلیم نہ پائیں یا یہ کہ وہ قومی زندگی میں حصّہ نہ لیں بلکہ وہ اِس معاملہ میں صرف بعض دانشمندانہ حدبندیاں لگاتا ہے جو مردوں اور عورتوں دونوں کے اخلاق کی حفاظت کے لئے ضروری ہیں۔ پس ہمارے احمدی نوجوانوں کو عیسائیوں کی اندھی تقلید اور دوسرے ..... کی نقالی سے بچتے ہوئے اِس معاملہ میں بہت محتاط رہنا چاہیئے۔ (دینِ حق) کے ابتدائی زمانہ میں مسلمان عورتیں مسنون پردہ بھی کرتی تھیں اور قومی زندگی میں حصّہ بھی لیتی تھیں اور بعض عورتوں نے بڑی نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ مَیں احمدیت کی غیور بیٹیوں سے بھی امید رکھتا ہوں کہ وہ اِس معاملہ میں اپنے خاوندوں اور باپوں پر اچھا اثر ڈالیں گی۔

(۷) (دینِ حق) بے شک انسان کی ذاتی اور خاندانی اور قومی ضرورتوں کے ماتحت تعدد ازدواج کی اجازت دیتا ہے مگر ساتھ ہی سخت تاکید فرماتا ہے کہ جو شخص دوسری شادی کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ پورے پورے عدل و انصاف سے کام لے اور سب بیویوں کے درمیان اپنے وقت اور مال اور اپنی ظاہری توجہ کو اِس طرح بانٹے کہ انصاف کا ترازو بالکل برابر رہے مگر آجکل بعض لوگ دوسری شادی کے بعد پہلی بیوی کو کالمعلقہ یعنی لٹکا ہُوا چھوڑ دیتے ہیں جو نہ تو صحیح معنے میں خاوند کی بیوی سمجھی جا سکتی ہے اور نہ وہ اپنے لئے کوئی اَور راستہ اختیار کرنے کے لئے آزاد ہوتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایسے لوگ حشر کے میدان میں اِس طرح اُٹھیں گے کہ ان کا نصف دھڑ مفلوج ہوگا۔

(۸) ماں باپ کی خدمت میں غفلت برتنا بھی اِس زمانہ کی ایک عام کمزوری ہے۔ خصوصاً شادی کے بعد کئی نوجوان اپنے والدین کی خدمت بلکہ ان کے واجبی ادب تک میں کمزوری دکھانے لگتے ہیں۔ حالانکہ (دینِ حق) نے شرک کے بعد حقوقِ والدین کو دوسرے نمبر کا گناہ قرار دیا ہے۔ قرآن مجید نے کیا عجیب دعا سکھائی ہے کہ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا یعنی اے خدا تُو میرے ماں باپ پر اسی طرح رحم فرما جس طرح کہ انہوں نے میرے بچپن میں مجھے رحم اور شفقت کے ساتھ پالا۔ اِس دعا میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ جس طرح تمہارے ماں باپ نے تمہیں تمہاری کمزوری کے زمانہ میں اپنے پَروں کے نیچے رکھ کر پالا تھا اسی طرح ان کے بڑھاپے میں تم انہیں اپنے پَروں کے نیچے رکھو۔

(۹) مردوں کے لئے یہ خاص حکم ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خیرکم خیرکم لاھلہٖ یعنی تم میں سے خدا کے نزدیک بہترین شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ سلوک کرنے میں بہتر ہے اور عورتوں کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ اپنے خاوندوں کی پوری طرح وفادار اور خدمت گذار رہیں۔ حتّٰی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر خدا کے سوا کسی اَور کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو مَیں حکم دیتا کہ بیوی خاوند کو سجدہ کرے۔ یہ معمولی باتیں نہیں بلکہ سماجی بہبود اور خانگی امن کے لئے گویا ریڑھ کی ہڈی ہیں۔

(۱۰) ہمسایوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کا بھی (دینِ حق) میں خاص حکم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے ہمسایوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی اِس طرح بار بار تاکید کی ہے کہ مجھے گمان گذرا کہ شاید ہمسایہ کو انسان کا وارث ہی بنا دیا جائے گا۔ دراصل انسان کے اخلاق کا حقیقی ثبوت اس سلوک سے ملتا ہے جو وہ اپنے ہمسایوں کے ساتھ کرتا ہے اور لازماً ہمسایوں کے ساتھ بدسلوکی ایک بہت بڑی بدی ہے۔

(۱۱) جماعتی انتظام کے ماتحت اپنے مقامی امیروں کے ساتھ عدم تعاون اور تفرقہ پیدا کرنے کی عادت بھی بڑی ناپاک بدیوں میں سے ہے جو نہ صرف جماعتی تنظیم کو تباہ کرنے والی بلکہ جماعت کو بدنام کرنیوالی اور جماعتی رعب کو مٹانے والی اور جماعت کو اتحاد کی برکتوں سے محروم کرنے والی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق تاکید فرمائی ہے کہ بارہا فرماتے تھے کہ اگر تمہارے خیال میں تمہارا کوئی امیر اپنا حق تو تم سے چھینتا ہے مگر تمہارا حق تمہیں دینے کو تیار نہیں تو پھر بھی تم اس کی اطاعت کرو اور اپنے حق کیلئے خدا کی طرف دیکھو۔ نیز فرماتے تھے من شذّ شذّ فی النّار یعنی جو شخص جماعت میں تفرقہ پیدا کرتا ہے وہ آگ میں ڈالا جائے گا۔

(۱۲) اس زمانہ میں تمباکو نوشی بھی ایک عالمگیر کمزوری بن گئی ہے اور غالباً ہماری جماعت میں بھی کافی پائی جاتی ہے۔ اس مرض میں منہ کی بدبو اور روپے کے نقصان اور وقت کے ضیاع اور سرطان یعنی کینسر وغیرہ کی امراض کو دعوت دینے کے سوا کوئی فائدہ نہیں۔ بعض کرسی نشین فلسفی اس سے طبیعت کا وقتی سکون حاصل ہونے کے مدعی بنتے ہیں مگر حضرت مسیح موعود...... فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس چیز سے طبعی نفرت ہے اور فرماتے تھے کہ اگر تمباکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ آپ اسے منع فرماتے۔ پس دوستوں کو اس کے ترک کی طرف بھی توجہ دینی چاہیئے لیکن اگر کسی شخص کے لئے لمبی عادت کی وجہ سے فوری ترک ممکن نہ ہو تو کم از کم اتنی احتیاط تو رکھی جائے کہ دوسروں کے سامنے تمباکو نوشی سے پرہیز کیا جائے تاکہ ان کی یہ کمزوری اپنے تک محدود رہے اور ان کی اولاد یا دوسرے عزیزوں اور دوستوں میں سرایت نہ کرنے پائے۔

(۱۳) بالآخر اس زمانہ میں سینما دیکھنے کی عادت بھی ایک وبا کی صورت اختیار کر کے لاکھوں انسانوں کی زندگی کو تباہ کر رہی ہے اور گندی اور فحش فلموں اور خلاف اخلاق مناظر کو دیکھنے کے نتیجہ میں ان کے دل و دماغ میں گویا گھن لگ گیا ہے اور سینما کی ناپاک کشش نے خام طبیعت کے نوجوانوں کو مختلف انواع کے جرائم کی طرف بھی مائل کر رکھا ہے۔ ہماری جماعت میں سینما جانا منع ہے مگر سنا جاتا ہے کہ بعض بے اصول احمدی بھی کبھی کبھی اس کمزوری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی خالصتہً علمی یا طبّی یا تاریخی یا جغرافیائی یا جنگی فلم ہوتی جو الف سے لے کر یؔ تک گندے مناظر سے پاک ہوتی تو لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکتے تھے مگر موجودہ صورت میں جو فلمیں بظاہر اچھی سمجھی جاتی ہیں ان میں بھی دودھ کے گلاس میں چند قطرے پیشاب کے بھی ملے ہوتے ہیں۔ پس بہر حال ان سے اجتناب لازم ہے۔

یہ چند کمزوریاں مَیں نے صرف مثال کے طور پر شمار کی ہیں ورنہ کمزوریاں تو بے شمار ہیں۔ مثلاً بد نظری، غیبت، گالی گلوچ کی عادت، فحش گوئی، فحش اور گندے رسالے پڑھنا، بیکاری میں وقت گذارنا وغیرہ وغیرہ۔ ہر شخص اپنے حالات کا جائزہ لے کر اپنے متعلق خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ اگر وہ ساری بدیاں نہیں چھوڑ سکتا تو کم از کم اسے پہلے کس بدی کو ترک کرنا چاہیئے؟ پس مَیں حضرت مسیح موعود..... کے مبارک منشاء کے مطابق احبابِ جماعت سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اِس رمضان میں اپنی کسی نہ کسی کمزوری کو سامنے رکھ کر اسے ترک کرنے کا عہد کریں اور پھر خدا سے نصرت چاہتے ہوئے اس بدی سے اس طرح الگ رہیں جس طرح کہ صاحبِ عزم مومنوں کا شیوہ ہوتا ہے تاکہ ان کا رمضان ٹھوس اور معیّن نتیجہ پیدا کرنے والا ثابت ہو۔ جیسا کہ مَیں نے کہا ہے اِس عہد کو کسی پر ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہمارا خدا ستّار ہے اور ستّاری کو پسند کرتا ہے مگر تفصیل ظاہر کرنے کے بغیر بزرگوں اور دوستوں سے دعا کی تحریک کرنے میں حرج نہیں کیونکہ مومن ایک دوسرے کے لئے سہارا ہوتے ہیں۔ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔

یہ خاکسار بھی اپنی کمزوریوں اور فروگزاشتوں کے لئے احبابِ کرام کی مخلصانہ دعاؤں کا طالب ہے

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

ہر مشکل کے وقت خدا کے آستانہ پر گرو

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

"تم راستباز اس وقت بنو گے جب کہ تم ایسے ہو جاؤ کہ ہر کام کے وقت ہر ایک مشکل کے وقت قبل اس کے جو تم کوئی تدبیر کرو۔ اپنا دروازہ بند کرو اور خدا کے آستانہ پر گرو کہ ہمیں یہ مشکل پیش ہے اپنے فضل سے مشکل کشائی فرما۔ تب رُوح القدس تمہاری مدد کرے گی اور غیب سے کوئی راہ تمہارے لئے کھولی جائے گی۔ اپنی جانوں پر رحم کرو اور جو لوگ خدا سے بکلّی علاقہ توڑ چکے ہیں اور ہمہ تن اسباب پر گر گئے ہیں۔ یہاں تک کہ طاقت مانگنے کے لئے وہ مُنہ سے اِنشاء اللہ بھی نہیں نکالتے ان کے پیرو مت بن جاؤ۔"

(کشتی نوح صفحہ ۲۴)

امام الکلام

مَیں تمہارے اندر ایک نمایاں تبدیلی چاہتا ہوں

"جب کوئی شخص ایک سلسلہ میں شامل ہوتا ہے اور اس سلسلہ کی عظمت اور عزّت کا خیال نہیں رکھتا اور اسکے خلاف کرتا ہے تو وہ عنداللہ ماخوذ ہوتا ہے کیونکہ وہ صرف اپنے آپ ہی کو ہلاکت میں نہیں ڈالتا بلکہ دوسروں کیلئے ایک بُرا نمونہ ہو کر ان کو سعادت اور ہدایت کی راہ سے محروم رکھتا ہے۔ پس جہاں تک آپ لوگوں کی طاقت ہے خدا تعالےٰ سے مدد مانگو اور اپنی طاقت اور ہمت سے اپنی کمزوریوں کو دُور کرنے کی کوشش کرو۔ جہاں عاجز آجاؤ وہاں صدق اور یقین سے ہاتھ اُٹھاؤ کیونکہ خشوع اور خضوع سے اُٹھائے ہوئے ہاتھ جو صدق اور یقین کی تحریک سے اُٹھتے ہیں خالی واپس نہیں ہوتے۔ ہم تجربہ سے کہتے ہیں کہ ہماری ہزارہا دعائیں قبول ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔

یہ ایک یقینی بات ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اندر اپنے ابنائے جنس کے لئے ہمدردی کا جوش نہیں پاتا وہ بخیل ہے۔ اگر مَیں ایک راہ دیکھوں جس میں بھلائی اور خیر ہے تو میرا فرض ہے کہ مَیں پکار پکار کر لوگوں کو بتلاؤں اس امر کی پرواہ نہیں ہونی چاہیئے کہ اس پر کوئی عمل کرتا ہے یا نہیں ع

کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے میکنم

اگر ایک شخص بھی زندہ طبیعت کا نکل آوے تو کافی ہے۔ مَیں یہ بات کھول کر بیان کرتا ہوں کہ میرے مناسبِ حال یہ بات نہیں ہے کہ جو کچھ مَیں آپ لوگوں کو کہتا ہوں مَیں ثواب کی نیّت سے کہتا ہوں۔ نہیں! مَیں اپنے نفس میں انتہاء درجہ کا جوش اور درد پاتا ہوں گو وہ وجوہ نامعلوم ہیں کہ کیوں یہ جوش ہے مگر اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ جوش ایسا ہے کہ مَیں رُک نہیں سکتا۔ اس لئے آپ لوگ ان باتوں کو ایسے آدمی کی وصایا سمجھ کر کہ پھر شائد ملنا نصیب نہ ہو ان پر ایسے کاربند ہوں کہ ایک نمونہ ہو اور ان آدمیوں کو جو ہم سے دُور ہیں اپنے فعل اور قول سے سمجھا دو۔ اگر یہ بات نہیں ہے اور عمل کی ضرورت نہیں ہے تو پھر مجھے بتلاؤ کہ یہاں آنے سے کیا مطلب ہے مَیں مخفی تبدیلی نہیں چاہتا نمایاں تبدیلی مطلوب ہے تاکہ مخالف شرمندہ ہوں اور لوگوں کے دلوں پر یکطرفہ روشنی پڑے اور وہ نااُمید ہو جاویں کہ یہ مخالف ضلالت میں پڑے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بڑے بڑے شریر آکر تائب ہوئے وہ کیوں؟ اس عظیم الشان تبدیلی نے جو صحابہؓ میں ہوئی اور ان کے واجب التقلید نمونوں نے ان کو شرمندہ کیا۔"

(انفاسِ قدسیہ صفحہ ۱۳۹)

منظوم عربی کلام

وَوَاللّٰهِ فِي الْقُرْاٰنِ كُلُّ حَقِيْقَةٍ　　　　وَاٰيَاتُهٗ مَقْطُوْعَةٌ لَا تُغَيَّرُ

اور خدا کی قسم! قرآن کریم میں ہر ایک حقیقت ہے اور اس کی آیات ایسی قطعی ہیں کہ ان میں ردّوبدل اور تغیّر و تبدل نہیں ہو سکتا

مَعِيْنٌ مَعِيْنُ الْخُلْدِ نُوْرُ مُعِيْنِنَا　　　　هُدَاهُ نَمِيْرُ الْمَاءِ لَا يَتَكَدَّرُ

وہ صاف پانی ہے جو بہشت کا پانی اور ہمارے خدا کا نور ہے اس کی ہدایت آبِ زلال ہے مکدّر پانی نہیں

اَرٰى اٰيَهٗ كَالْغِيْدِ جَاءَتْ مِنَ السَّمَاءِ　　　　وَفِيْهَا شِفَاءٌ لِّلَّذِيْ يَتَدَبَّرُ

اس کی آیات حسین ہیں جو آسمان سے اُتریں اور ان میں فکر کرنے والوں کے لئے شفا ہے

وَيُصْبِيْ قُلُوْبَ النَّاسِ بِالنُّوْرِ وَالْهُدٰى　　　　وَيُرْوِي الْعِطَاشَ بِالْمَعِيْنِ وَيَظْئَرُ

اور وہ لوگوں کے دلوں کو اپنے نور اور ہدایت کے ساتھ کھینچ رہا ہے اور پیاسوں کو صاف پانی سے سیراب کر رہا ہے اور دائیوں کی طرح دودھ پلاتا ہے

وَقَدْ كَانَ صُحُفٌ قَبْلَهٗ مِثْلَ خَادِجٍ　　　　فَجَاءَ لِتَكْمِيْلِ الْوَرٰى لِيُغَزِّرَ

اس سے پہلے جو کتابیں تھیں وہ اس اونٹنی کی طرح تھیں جس نے قبل از وقت بچہ جنا ہو پس قرآن کریم لوگوں کو کامل کرنے کیلئے آیا ہے تاکہ ایک ہی دفعہ تمام دودھ دوھ لیا جائے

بِلَيْلٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ اَرْخٰى سُدُوْلَهٗ　　　　تَجَلّٰى وَاَدْرٰى كُلَّ مَنْ كَانَ يُبْصِرُ

وہ ایک ایسی رات میں آیا جو سمندر کی طرح اپنی چادر پھیلائے ہوئے تھی سو اس نے روشنی کر دی اور ہر دیکھنے کے قابل شخص کو رستہ دکھا دیا

اَيَا اَيُّهَا الْمُغْوِيْ اَتُنْكِرُ شَاْنَهٗ　　　　وَمَا فِيْ يَدَيْنَا غَيْرُهٗ يَا مُزَوِّرُ

اے گمراہ کرنے والے کیا تو قرآن کریم کی شان سے انکار کرتا ہے حالانکہ بجز قرآن کریم ہمارے ہاتھ میں ہے ہی کیا؟

(اعجاز احمدی صفحہ ۵۵، ۵۶)

منظوم فارسی کلام

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست — بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

وہ سچی کتاب جس کا نام قرآن ہے — ہماری شرابِ معرفت اسی کے جام سے ہے

یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب — نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

اس نورانی کتاب سے ایک قدم بھی دُور رہنا — ہمارے نزدیک کفر و زیاں اور ہلاکت ہے

لیک دوناں را بمغزش راہ نیست — ہر دلے از سرِّ آں آگاہ نیست

لیکن ذلیل لوگوں کو قرآن کی حقیقت کی خبر نہیں — ہر ایک دل اس کے بھیدوں سے واقف نہیں ہے

تا نباشد طالبِ پاک اندروں — تا نجوشد عشقِ یارِ بے چگوں

جب تک طالبِ حق پاک باطن نہیں ہوتا اور جب تک اس یارِ بے مثال کا عشق اس کے دل میں جوش نہیں مارتا

رازِ قرآں را کجا فہمد کسے — بہرِ نُورے نُور مے باید بسے

تب تک کوئی قرآنی اسرار کو کیونکر سمجھ سکتا ہے — نور کو سمجھنے کے لئے بہت سا نورِ باطن ہونا چاہیئے

نور را داند کسے کہ نُور شد — وز حجابِ سرکشی ہا دُور شد

نور کو وہی شخص سمجھتا ہے جو خود نور ہو گیا ہو — اور سرکشی کے حجابوں سے دُور ہو گیا ہو

الغرض فرقاں مدارِ دینِ ماست — او انیسِ خاطرِ غمگینِ ماست

الغرض قرآن ہمارے دین کی بنیاد ہے — وہ ہمارے غمگین دل کو بہلانے والا دوست ہے

(سراجِ منیر آخری صفحہ)

رمضان کے روزے

(ازمکرم جناب مفتی سلسلہ عالیہ احمدیہ ربوہ)

(نوٹ) اس مضمون کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتب سے مدد لی گئی ہے:-
قرآن کریم۔ بخاری شریف، المنتقی، فتاوٰی احمدیہ، تاریخ، فقہ اسلامی

قدرت نے انسان کی اصلاح کے لئے جو راہیں تجویز کی ہیں ان میں روزہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ دُنیاوی لحاظ سے جہاں روزہ شجاعت اور ایثار جیسی اعلیٰ صفات کا موجب بنتا ہے وہاں روحانی لحاظ سے خود اللہ تعالیٰ اس کی جزا بنتے ہیں۔ یعنی لقاءِ الٰہی اور روحانی مشاہدات کی نعمت سے انسان کو نوازا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے ایک دفعہ الٰہی منشاء کے ماتحت چھ ماہ کے روزے متواتر رکھے اس کے نتیجہ میں جو روحانی فیوض آپ پر نازل ہوئے ان کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:-

"اس اثناء میں عجیب عجیب مکاشفات مجھ پر کھلے۔ بعض گزشتہ انبیاء سے ملاقاتیں ہوئیں ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معہ حسنین رضی اللہ عنہم و فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا۔ یہ خواب نہ تھی بلکہ بیداری کی ایک قسم تھی۔ علاوہ ازیں انوارِ روحانی تمثیلی طور پر برنگ ستون سبز و سُرخ ایسے دلکش و دلستان طور پر نظر آئے تھے جن کا بیان کرنا طاقتِ تحریر سے باہر ہے۔ وہ نورانی ستون جو سیدھے آسمان کی طرف گئے تھے۔ جن میں سے بعض چمکدار اور بعض سبز و سُرخ تھے۔ ان کو دل سے ایسا تعلق تھا کہ ان کو دیکھ کر دل کو نہایت سرور پہنچتا تھا اور دُنیا میں کوئی بھی ایسی لذت نہیں ہوتی جیسا کہ اس کو دیکھ کر دل اور ارواح کو لذت آتی تھی۔ میرے خیال میں ہے کہ وہ ستون خدا اور روزہ کی محبت کی ترکیب سے ایک تمثیلی صورت میں ظاہر کئے گئے تھے۔ یعنی وہ ایک نور تھا جو دل سے نکلا اور دوسرا وہ نور تھا جو اُوپر سے نازل ہوا اور دونو کے ملنے سے ایک ستون کی صورت پیدا ہوگئی۔"

غرض روزہ ایک ابدی اور فطری صداقت ہے جس میں بے شمار کمالات پوشیدہ ہیں۔ اِس لئے ہر آسمانی

مذہب نے کسی نہ کسی شکل میں روزہ کو اپنے روحانی احکام کا جزو بنایا ہے اور دین حق کی تاریخ کا تو نقطۂ آغاز ہی روزہ ہے۔" ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہر سال رمضان کے مہینہ میں غارِ حرا میں روزہ کے ساتھ اعتکاف کرتے تھے یہاں تک کہ ایک سال آپ اپنے دستور کے مطابق اعتکاف میں تھے کہ حضرت جبریل آپ کے پاس آئے اور پہلی وحی آپ پر نازل ہوئی"۔

گویا ایک عظیم الشان کلام اور دائمی مذہب کی بنیاد جس عبادت پر رکھی گئی وہ روزہ تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ روزہ ایک ایسا بابرکت سورج ہے جس کی شعاعیں انسانیت کی تکمیل کا باعث ہیں اور اس کی فرحت بخش حرارت حق کی تلاش کے بیج کو نمو عطا کرتی ہے اور ان شعاعوں کی روشنی میں ہی وہ بڑھتی پھلتی اور پھولتی ہے۔ کٹھن راہیں آسان سے آسان تر نظر آنے لگتی ہیں۔ شہوات کے طوفان تھم جاتے ہیں ظلمات کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور منزلِ مقصود وہاں تخلیقِ انسانیت کا مقصدِ اصلی بالکل صاف سامنے نظر آنے لگتا ہے۔

رمضان کے روزے کب فرض ہوئے

روزہ دینِ حق کے پانچ ارکان میں شامل ہے۔ خداوند تعالیٰ نے ان روزوں کے لئے وہی مہینہ انتخاب کیا جس میں آپ ہر سالی اعتکاف کرتے تھے۔ ۲ھ میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

یا ایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن ھدًی للناس وبینٰت من الھدٰی والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ۔

یعنی اے وہ جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلوں پر فرض تھے۔ یہ اس لئے ہوا کہ تا تم تقوٰی کی نعمت سے سرفراز کئے جاؤ۔ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہونا شروع ہوا۔ یہ قرآن لوگوں کے لئے ہدایت اور فرقان اور ہدایت کی بیّنات پر مشتمل ہے۔ پس جو شخص تم میں سے اس مہینہ میں موجود ہو وہ اس میں روزے رکھے۔

رمضان کی وجہ تسمیہ

حضرت مسیح موعود ... نے فرمایا: رمضان سورج کی تپش کو کہتے

ہیں۔ رمضان میں چونکہ انسان اکل و شرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کے لئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔ روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا ...... روحانی رمضان سے مراد روحانی ذوق و شوق اور حرارتِ دینی ہوتی ہے۔ رمضان اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر گرم ہوتے ہیں۔ رمضان دعا کا مہینہ ہے ..... نماز تزکیہ نفس کرتی ہے اور روزہ سے تجلی قلب ہوتی ہے ..... اور تجلی قلب سے مکاشفات ہوتے ہیں جن سے مومن خدا کو دیکھ لیتا ہے۔

رمضان کا چاند

رمضان کے چاند دیکھنے کا اہتمام سُنّتِ ابرار ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین رمضان کے چاند کا انتظار اِس اشتیاق سے کرتے جیسے کسی معشوق کی آمد ہے۔ ایک خاص ہماہمی اور گہما گہمی ہوتی تھی اور ایک خاص ذوق و شوق رمضان کی برکات کے حصول کے لئے ان میں پیدا ہو جاتا تھا۔

جس رات رمضان کا چاند نظر آتا اسی رات سے قیام اللیل پر عمل شروع ہو جاتا۔ رات کو جاگنا، کثرت سے نوافل پڑھنا، تراویح کا اہتمام کرنا، قرآن پڑھنا اور سُننا اور ذکرِ الٰہی کرنا۔ اس کے بعد تھوڑی دیر سو کر نمازِ تہجد اور سحری کے لئے اُٹھ بیٹھنا ان ہی مشاغل میں ان کی رات بسر ہو جاتی اور ہر رات ان کا یہی معمول رہتا۔

روزہ کے احکام

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صُومُوا لرُؤیتہ وافطروا لرؤیتہ فان غُبِّیَ علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلاثین۔ یعنی چاند دیکھ کر روزے رکھنے شروع کرو اور شوال کا چاند نظر آنے پر روزے ختم کرو۔ اگر بادل کی وجہ سے معاملہ مُشتبہ رہے اور چاند نظر نہ آسکے تو پھر شعبان کے تیس ۳۰ دن شمار کرو۔ اسی طرح اگر شوال کے چاند میں یہ دِقّت پیش آئے تو رمضان کے تیس ۳۰ روزے پُورے کرو۔

اگر ایک گاؤں کے لوگ چاند دیکھ لیں تو دوسرے گاؤں والے جنہوں نے چاند نہیں دیکھا چاند دیکھنے والوں کے مطابق عمل کریں۔ اگر مطلع اَبر آلود ہو اور حالت مُشتبہ ہو اور ایک شخص آ کر گواہی دے کہ اُس نے چاند دیکھا ہے تو اس کی گواہی کو تسلیم کر لیا جائے اور اگر انہی حالات میں عید

کے چاند کے متعلق دو آدمی گواہی دیں کہ انہوں نے عید کا چاند دیکھا ہے تو ان کی گواہی تسلیم کی جائے گی لیکن اس کے لئے صرف ایک آدمی کی گواہی کافی نہیں ہوگی اور اگر مطلع صاف تھا تو پھر ایک یا دو آدمیوں کی گواہی معتبر نہ ہوگی بلکہ ایک جمِ غفیر کی گواہی کی ضرورت ہوگی۔ سحری کے وقت یعنی طلوعِ فجر سے کچھ دیر پہلے اُٹھنا اور حسبِ خواہش اور حسبِ پسند کھانا کھا کر روزہ کی نیت کرنا بڑے ثواب کا موجب ہے۔ بغیر کچھ کھائے روزہ رکھ لینا یا بہت سویرے کھانا کھا لینا پسندیدہ نہیں سمجھا گیا۔ بہر حال صبح کے طلوع ہونے سے پہلے روزہ کی نیت زیادہ بہتر ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "جو شخص فجر سے پہلے روزہ کی نیت نہیں کرتا اس کا روزہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اسی طرح حضرت زیدؓ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی پھر آپؐ نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ حضرت انسؓ نے حضرت زیدؓ سے پوچھا سحری کھانے اور نماز میں کتنا وقفہ تھا تو آپ نے فرمایا پچاس آیتیں پڑھنے پر جتنا وقت صرف ہوتا ہے اندازاً اتنا وقفہ تھا۔

روزہ کیا ہے؟

طلوعِ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک نہ کھانا نہ پینا اور نہ ہی اپنی بیوی سے ہمبستر ہونا بشرطیکہ اس میں نیت اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو روزہ کہلاتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ضروری ہے کہ ہر قسم کی برائیوں سے، گپ بازی سے اور فضول اور لغو کاموں سے انسان باز رہے۔ سارا دن ذکرِ الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کرے۔ یعنی خواہ وہ کوئی دُنیوی کام ہی کر رہا ہو اللہ تعالیٰ کی یاد اس کے دل سے محو نہ ہو حقیقی روزہ اسی کا نام ہے صرف بھوکا پیاسا رہنا اور اپنی بدعادات کو ترک نہ کرنا روزہ کے مقصد کو پورا نہیں کرتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے من لم یدع قول الزور والعمل بہٖ فلیس لِلّٰہِ حاجۃ ان یدع طعامہ و شرابہ یعنی جو شخص جھوٹ اور اس پر عمل کو ترک نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کو ایسے شخص کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ رمضان کے دنوں میں صدقہ وخیرات بھی کثرت سے کرنی چاہیئے۔ انسان کا ہاتھ کھُلا رہے اور دوست احباب کی خاطر و مدارات میں بھی سبقت دکھائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رمضان کی ہر رات میں آپؐ پر جبریل نازل ہوتے اور ان دنوں میں آپؐ یوں سخاوت کرتے جیسے تیز ہوا چلتی ہے۔

روزہ کی حالت میں بھول کر کچھ کھا لینا

اگر یاد نہ رہے اور بھول کر انسان کچھ

کھا پی لے تو اس کا روزہ علیٰ حالہ باقی رہے گا اور کسی قسم کا نقص اس کے روزے میں واقع نہیں ہوگا بلکہ ایسی صورت میں بہتر ہے کہ اگر کوئی بھول کر کھانے پینے لگ جائے تو پاس کے لوگوں کو اسے یاد نہیں دلانا چاہیئے اللہ تعالیٰ اسے کھلا رہا ہے پھر انہیں کیا ضرورت پڑی کہ وہ اس میں روک ثابت ہوں۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اذا اکل الصائم ناسیًا اوشرب ناسیًا فانّما هو رزق ساقه الله اليه ولا قضاء عليه ولا كفارة۔

کوئی روزہ دار بھول کر کھا پی لے تو اسے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ تو رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے اسے دیا۔ نہ اس پر قضا ہے نہ کفارہ ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص غلطی سے روزہ توڑ بیٹھے مثلاً روزہ یاد تھا لیکن کُلّی کی غرض سے مونہہ میں پانی ڈالا اور پانی اندر چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا تو اس کی قضا ضروری ہوگی لیکن نہ وہ گنہگار ہے اور نہ اس پر کفارہ ہے۔

جان بُوجھ کر روزہ توڑ دینا

جو شخص جان بُوجھ کر روزہ توڑے وہ سخت گنہگار ہے۔ ایسے شخص پر بغرض توبہ کفارہ واجب ہوگا۔ یعنی پے در پے اُسے ساٹھ روزے رکھنے پڑیں گے یا ساٹھ مسکینوں کو اپنی حیثیت کے مطابق کھانا کھلانا پڑے گا یا ہر مسکین کو دُو سیر گندم یا اس کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ توبہ کے سلسلہ میں اصل چیز حقیقی ندامت ہے جو دِل کی گہرائیوں میں پیدا ہوتی ہے۔ اگر یہ کیفیت انسان کے اندر پیدا ہو جائے لیکن اس میں ساٹھ روزے رکھنے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینے کی استطاعت نہ ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کے رحم اور اس کے فضل پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ اس صورت میں استغفار ہی اس کے لئے کافی ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور دُہائی دینے لگا یا حضرت میں ہلاک ہوگیا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کِس نے تجھے ہلاک کیا ہے۔ اس نے عرض کی حضور روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کے پاس چلا گیا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تُو غلام آزاد کر سکتا ہے۔ اس نے عرض کی نہیں۔ پھر حضورؐ نے پوچھا ساٹھ روزے مسلسل رکھ سکتا ہے۔ اس نے کہا حضور نہیں۔ اگر ایسا ہو سکتا اور شہوانی جوش کو روک سکتا تو یہ غلطی ہی کیوں سرزد ہوتی۔ حضورؐ نے فرمایا تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔ اس نے کہا غربت ایسا کرنے سے مانع ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تو پھر بیٹھو۔ اتنے میں کوئی شخص ایک ٹوکری کھجوروں کی لے آیا آپؐ نے فرمایا اُٹھا لے اسے اور کھلا دے یہ مسکینوں کو۔ ٹوکری لے کر عرض کرنے لگا

مجھ سے زیادہ اور کون غریب ہوگا۔ مدینہ بھر میں سب سے زیادہ محتاج ہوں حضورؐ اس کی اس عرض پر کھل کھلا کر ہنس پڑے اور فرمایا جاؤ اپنے اہل و عیال کو ہی کھلا دو۔

وہ امور جن کے متعلق عوام سمجھتے ہیں کہ ان سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

پچھنے لگوانا، قے کرنا، دن کو سُرمہ لگانا، معمولی اپریشن کرانا، کلوروفارم سونگھانا روزہ کی حالت میں اِن باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ انہیں پسند نہیں سمجھا گیا اِس لئے اِس قسم کی باتیں مکروہ ہیں۔ انکے علاوہ کُلّی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، خوشبو لگانا، ڈاڑھی اور سر میں تیل لگانا، بار بار نہانا، آئینہ دیکھنا، مالش کرانا، پیار سے بوسہ لینا۔ اِن میں سے کوئی فعل بھی منع نہیں نہ اِن سے روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ ہی مکروہ ہوتا ہے۔ اِسی طرح جنابت کی حالت میں اگر نہانا مشکل ہو تو نہائے بغیر کھانا کھا کر روزہ کی نیّت کر سکتا ہے۔

مرض اور سفر کی حالت میں روزہ

روزہ کا اجر عظیم ہے اور امراض اور اغراض اِس نعمت سے انسان کو محروم کر دیتے ہیں اِس لئے انسان کو دعا مانگنی چاہیئے کہ

"الٰہی یہ تیرا مبارک مہینہ ہے مَیں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال رہوں یا نہ رہوں یا ان فوت شُدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ کر سکوں۔ یقین ہے کہ ایسے قلب کو خدا طاقت بخش دے گا۔ لیکن اس کے باوجود اگر تقدیرِ الٰہی غالب آئے اور انسان بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہو جائے گی کیونکہ ہر کام کا مدار نیّت پر ہے۔ جو شخص کہ روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیّت دردِ دل سے تھی کہ کاش مَیں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا۔ اس کا دل اِس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے روزے رکھیں گے۔"

بہر حال بیمار ہونے یا سفر کی حالت میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا لیس من البرّ الصّیام فی السّفر یعنی سفر کی حالت میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے:۔

"قرآن کریم سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ سفر میں تکالیف اٹھا کر جو انسان روزہ رکھتا ہے تو گویا اپنے زورِ بازو سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہے اس کی اطاعت امر سے خوش نہیں کرنا چاہتا یہ غلطی ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت امر و نہی میں سچا ایمان ہے۔"

علاوہ ازیں حائضہ اور نفاس والی عورت بھی روزہ نہیں رکھ سکتی۔ ایسے ہی حاملہ اور دُودھ پلانے والی بھی روزہ نہ رکھے لیکن بعد میں جب یہ عذر نہ رہیں یعنی بیمار تندرست ہو جائے۔ مسافر اپنے گھر پہنچ جائے یا کسی جگہ پندرہ یا پندرہ سے زائد دن ٹھہرنے کا ارادہ کرلے۔ حائضہ حیض سے پاک ہو جائے۔ نفاس کے دن ختم ہو جائیں۔ حاملہ کے بچّہ پیدا ہو جائے یا دُودھ پلانے والی دودھ پلانا بند کر دے۔ اس حالت میں ان لوگوں پر چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا واجب ہوگی اور یہ روزے دوبارہ انہیں رکھنے ہوں گے۔

مزدور اور روزہ

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود . . . سے عرض کیا گیا کہ کاشت کاروں اور مزدوروں سے جن کا گذارہ کاشت کاری اور مزدوری پر ہے روزہ نہیں رکھا جاتا۔ ان کی نسبت کیا ارشاد ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّات۔ یہ لوگ اپنی حالتوں کو مخفی رکھتے ہیں۔ ہر شخص تقویٰ اور طہارت سے اپنی حالت سوچ لے۔ اگر کوئی اپنی جگہ مزدور رکھ سکتا ہے تو ایسا کرے وہ مریض کے حکم میں ہے پھر جب یُسر ہو رکھ لے۔ اب رہا یہ سوال کہ مرض یا سفر کی حدود کیا ہیں یا روزہ نہ رکھ سکنے کا معیار کیا ہے۔ تو اس کے متعلق شریعت نے کوئی خاص حکم بیان نہیں فرمایا بلکہ اس بارہ میں اصولی ہدایت یہ ہے کہ کُلُّ اِنْسَان فقیہ لنفسہٖ یعنی اِس بارہ میں ہر شخص خود اپنے لئے فقیہ اور مفتی ہے۔ بزرگوں نے اِس سِلسلہ میں جو تفصیلات بیان کی ہیں وہ مثالیں ہیں جن سے انسان صحیح فیصلہ تک پہنچنے میں روشنی حاصل کرتا ہے۔ مثلاً کہا گیا ہے کہ مرض ایسا ہو جس کا انسان کو احساس ہو اور وہ سمجھے کہ اس کی موجودگی میں روزہ رکھنے سے اُسے جسمانی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے یا اس کے دماغ پر اس کا اثر پڑے گا یا اسے اس قسم کی کوفت ہوگی کہ اس کے نتیجہ میں عبادت سے اسے نفرت ہو جائے گی۔ اِسی طرح حضرت مسیح موعود . . . نے فرمایا خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا ہو بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی

کا فتویٰ لازم آئے گا۔ حضور سے کسی نے پوچھا کہ اگر روزہ دار کی آنکھ بیمار ہو تو اس میں دوائی ڈالنی جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا "یہ سوال ہی غلط ہے بیمار کے واسطے روزہ رکھنے کا حکم نہیں"۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود ... نے انہیں فرمایا مفتی صاحب آپ کمزور ہیں اس لئے آپ اس سال روزے نہ رکھیں۔ اسی طرح سفر کی حد کے سلسلہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ سحری کھا کر گھر سے کسی دوسری جگہ جانے کے لئے نکلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے واپس گھر آ جائے تو وہ مسافر نہیں اُسے روزہ رکھنا چاہیئے۔ بہرحال ایک طرف رمضان کے روزوں کی عظیم الشان برکات ہیں دوسری طرف حکم ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ اِن دونوں باتوں کو سامنے رکھ کر اُس نے فیصلہ کرنا ہے کہ آیا وہ مریض ہے یا تندرست۔ مسافر ہے یا گھر کی طرح اپنوں میں مقیم ہے۔ پھر اُس کی روحانی حالت جسے وہ اپنے اندر محسوس کرتا ہے وہ بھی صحیح فیصلہ تک پہنچنے میں اُس کی راہنمائی کر سکتی ہے اور اُسے معلوم ہو سکتا ہے کہ آیا وہ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہا ہے یا خداوند تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کر رہا ہے۔ بہرنوع یہ ایک باریک امر ہے۔ اگر کسی شخص پہ اپنے نفس کے کسل کی وجہ سے روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو ایسا آدمی جو خدائی نعمت کو خود اپنے اُوپر گراں گمان کرتا ہے کب اس ثواب کا مستحق ہوگا۔ اِس دُنیا میں بہت لوگ بہانہ جُو ہیں اور تکلّف کا باب بہت وسیع ہے۔ اگر انسان چاہے تو اس کی رُو سے ساری عمر بیٹھ کر نماز پڑھتا رہے اور رمضان کے روزے بالکل نہ رکھے۔

روزہ افطار کرنا

مسلسل روزے رکھتے چلے جانا اور سورج غروب ہونے کے بعد ہر روز روزہ افطار نہ کرنا شریعت میں جائز نہیں۔ لگاتار روزے رکھنے کو وصال کہتے ہیں اور حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے منع فرمایا۔ جب سُورج غروب ہو جائے تو اس کے غروب ہونے کے ساتھ ہی روزہ کھول دینا چاہیئے۔ حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَحَبَّ عبادی الیّ اعجلھم فطراً یعنی سب سے زیادہ وہ بندہ مجھے پیارا ہے جو روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتا ہے اور ایک حدیث میں آتا ہے لاتزال اُمّتی بخیر ما اخروا السحور عجلوا الفطر یعنی جب تک میری اُمّت سحری دیر سے کھانے اور افطار جلدی کرنے پر کاربند رہے گی وہ رمضان کی برکات سے حصہ پاتی رہے گی۔

نمازِ تراویح

رمضان کی راتوں کو زندہ رکھنا یعنی کم سونا اور رات کو جاگنا بہت بڑی برکتوں کا موجب ہے۔ شب بیداری کی حالت میں جو عبادتیں انسان نے بجا لانی ہیں ان میں نماز تراویح بھی ہے۔ یہ نماز دراصل تہجد کی نماز ہے اِس لئے سحری کے وقت اسے ادا کرنا زیادہ ثواب کا موجب ہے لیکن اگر زیادہ سویرے اُٹھنے میں حرج محسوس ہو تو پھر عشاء کے بعد ہی جماعت کے ساتھ ادا کی جائے۔ اِس نماز کی آٹھ رکعتیں ہیں ہر چار رکعتوں کے بعد کچھ دیر آرام کرنا چاہیئے۔ اِس نماز میں رمضان بھر میں قرآن مجید ختم کرنا سُنّتِ ابرار ہے۔ قرآن کریم کے حفاظ اِس نعمت کے حاصل کرنے کی خاص طور پر توفیق پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

فدیہ اور روزہ

جو شخص روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ فدیہ یعنی ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلائے کیونکہ فدیہ سے روزہ کی توفیق ملتی ہے۔ خداوند تعالیٰ قادرِ مطلق ہے اگر وہ چاہے تو ایک مدقوق کو بھی طاقتِ روزہ عطا کر سکتا ہے۔ اِسی طرح ہر روزہ دار پر واجب ہے کہ وہ عید الفطر پڑھنے سے پہلے پہلے صدقۃ الفطر ادا کرے۔ یعنی جماعت کے نظام کے ماتحت غریبوں کے لئے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہر اُس فرد کی طرف سے دے جس کا خرچ وہ برداشت کر رہا ہے۔ مثلاً چھوٹے بچے ہیں یا غلام ہیں۔ بیوی یا بڑی اولاد خود ذمّہ دار ہیں ان کی طرف سے ادا کرنا اس پر واجب نہیں۔

لیلۃ القدر

لیلۃ القدر ایک ایسی رات ہے جس میں انسان کو قبولیّتِ دعا کی گھڑی نصیب ہوتی ہے۔ یہ رات ہزار مہینوں سے بھی بڑھ کر ہے اور عموماً رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں آتی ہے۔ اس رات کی تلاش میں بیدار رہ کر عبادت میں مشغول رہنا صلحاءِ اُمّت کا معمول رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایمان اور خلوصِ نیّت کے ساتھ جس نے لیلۃ القدر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکرِ الٰہی میں بسر کی اُسکے سارے گناہ بخشے گئے۔ ایک دفعہ فرمایا اگر مجھے لیلۃ القدر مل جائے تو میں یہ دعا مانگوں اللّٰھمّ انک عفو تحبّ العفو فاعف عنّی۔

اعتکاف: رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بھی لیلۃ القدر کی تلاش کا حصّہ قرار دیا گیا ہے

جو شخص یہ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ رمضان کا پورا آخری عشرہ اعتکاف میں گذارے وہ ۲۰ر کی صبح کو نماز پڑھ کر اعتکاف میں بیٹھ جائے۔ بہرحال اعتکاف کے معنی یہ ہیں کہ روزہ کی حالت [illegible] بیت) میں یہ دن ذکرِ الٰہی میں بسر کرے بیت سے باہر جانے کی اُسے اجازت نہیں سوائے اس کے کہ وہ قضائے حاجت کے لئے باہر نکلے۔ ایسی صورت میں اگر راستہ میں کسی کی عیادت کا موقع بھی مل جائے تو کیا ہی کہنے۔ ایک پنتھ دو کاج۔ جمعہ کے دن جامع بیت میں جمعہ کے لئے جا سکتا ہے۔ اعتکاف کی راتوں میں معتکف اپنی بیوی کے پاس نہیں جا سکتا۔

حرفِ آخر

روزہ جیسے تقویٰ سیکھنے کا ایک ذریعہ ہے ایسے ہی قُربِ الٰہی حاصل کرنے کا بھی ایک ذریعہ ہے اِس لئے اللہ تعالیٰ نے ماہِ رمضان کا ذکر فرماتے ہوئے ساتھ یہ بھی بیان کیا ہے وَاِذا سالک عبادی عنّی فانّی قریب اجیب دعوۃ الدّاع اذا دعان فلیستجیبوالی والیؤمنوبی لعلّھم یرشدون یہ رمضان کی ہی شان میں فرمایا گیا ہے اور اس سے اِس ماہ کی عظمت اور سِرِّ الٰہی کا پتہ لگتا ہے کہ اگر وہ اس میں دعائیں مانگیں تو مَیں قبول کروں گا لیکن ان کو چاہیئے کہ میری باتوں کو قبول کریں اور مجھے مانیں۔ انسان جس قدر خدا تعالیٰ کی باتیں ماننے میں قوی ہوتا ہے خدا بھی ایسے ہی اُس کی باتیں مانتا ہے ؎

پیارے آقا کا محبّت بھرا اسلام

امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی ہے اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ تمام احبابِ جماعت کو محبّت بھرا السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہتے ہیں۔

رمضان میں خصوصیت سے لقاء حاصل کرنے کی دعائیں کریں

اقتباسات از خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

مطبوعہ الفضل (۳۰ مارچ ۱۹۹۱ء)

خدا سے لقاء کی تیاری

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

"حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے ایک بار کسی نے یہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ! قیامت کب ہوگی۔ تو آپ نے جواباً" فرمایا : تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے۔ بہت ہی پیارا اور بہت ہی پر حکمت جواب ہے۔ کب سے انسان کو غرض نہیں ہونی چاہیے۔ تیاری ہمیشہ رہنی چاہیے۔ پس گزشتہ جمعہ میں میں نے اللہ تعالیٰ سے لقاء کے متعلق جو دعاؤں کی تحریک کی تھی۔ اس کے تعلق میں مجھے خیال آیا کہ تیاری کے سلسلے میں بھی کچھ باتیں آج آپ کے سامنے رکھوں۔ کیونکہ قیامت کی تیاری درحقیقت لقاء کی ہی تیاری ہے۔ اور دونوں ایک ہی مضمون ہیں۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے جب فرمایا کہ قیامت کی کیا تیاری کی ہے تو بلاشبہ اس سے مراد یہ تھی کہ قیامت میں تو خدا سے لقاء ہوگی یعنی وہ لقاء جو ایک نہ ایک رنگ میں ہر ایک کو نصیب ہوگی۔ اس کے سامنے پیش ہونا ہوگا۔ ان معنوں میں لقاء۔ پس جب پیش ہوگے تو اس کے لئے کیا تیاری ہے۔ اور مراد درحقیقت یہ تھی کہ اصل لقاء جو تعلق اور محبت کی لقاء ہوا کرتی ہے' اس کے لئے اگر تم نے اس دنیا میں تیاری نہ کی تو قیامت کا تمہیں کوئی بھی فائدہ نہیں ہوگا۔ پس اس پہلو سے ہمیں خدا تعالیٰ کی لقاء کے مضمون کو سمجھنا بھی چاہیے اور اس کے لئے ہمہ وقت تیاری بھی کرنی چاہیے"۔

خدا کی لقاء ایک لامتناہی سفر ہے

اس ضمن میں پہلی بات تو یہ آپ کے سامنے رکھنی چاہتا ہوں کہ لقاء کسی ایسے ایک لمحے کی ملاقات کا نام نہیں جو اچانک نصیب ہو جاتا ہے اور جس طرح آپ ایک ایسے دوست سے ملتے ہیں اور پھر اس سے جدا ہو جاتے ہیں اور اس کی خوشیاں دل میں لئے پھرتے ہیں' خدا سے بھی گویا اسی قسم کی کوئی ملاقات ہوگی۔ لقاء کا مضمون جیسا کہ حضرت اقدس (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) نے مختلف ملفوظات اور کتب میں بہت کھول کر بیان فرمایا ہے' عام انسانی ملاقات سے مختلف حیثیت رکھتا ہے۔ یہ لقاء ایسی ہے جس میں جس حصے کی لقاء نصیب ہو جائے وہ پھر مستقل لقاء رہتی ہے اور اگلے کی طلب پیدا ہو

جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی لقاء دنیا میں بیک وقت کسی کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ لامحدود ہے اور انسان محدود ہے۔ اور محدود انسان لامحدود میں سفر کر سکتا ہے لیکن اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ پس لقاء باری تعالیٰ کا مضمون خدا کی ذات میں سفر کرنے کا مضمون ہے اور جو قدم آگے بڑھایا جاتا ہے پھر اس میں واپسی نہیں ہوا کرتی۔ جتنا حصہ خدا کا پالیا۔ یہ تو نہیں ہوا کرتا کہ پھر اس کے بعد خدا کے احاطے میں سے باہر نکل جائیں اور کہیں یہ لقاء ہو گئی۔ اب ایک دوسری لقاء کی کوشش کرتا ہوں بلکہ ایک سفر ہے جو لامتناہی ہے تبھی حضرت (فضل عمر) سے ایک دفعہ جب ایک کھوکھلے فلسفی نے یہ سوال کیا کہ اگر کوئی انسان سمندر میں کشتی پر سفر کر رہا ہو اور کنارہ آجائے، اور پھر بھی کشتی میں بیٹھا رہے تو اس کے متعلق آپ کیا خیال کریں گے جیسا کہ میں نے پہلے بھی یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ بڑا دلچسپ ہے۔ مطلب یہ تھا کہ عبادتیں کرتے ہو اس غرض سے کہ خدا مل جائے لیکن اگر خدا مل جائے اور پھر کشتی میں ہی بیٹھے رہو تو بڑی بے وقوفی ہوگی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو کوئی کنارے والا سمندر ہو تو کشتی میں بیٹھے رہنا بہت بے وقوفی ہے لیکن اگر کوئی سمندر بے کنارہ ہو تو کسی مقام کو کنارا سمجھ کر وہاں جو اترے گا، وہ وہیں ہلاک ہو جائے گا۔

پس خدا تعالیٰ کی لقاء کا مضمون دراصل یہی ایک لامتناہی سفر ہے اور اس سفر میں کوئی واپسی نہیں ہے کوئی قدم پیچھے اٹھنے والا نہیں ہے کیونکہ اگر اس سفر میں واپسی شروع ہو جائے تو وہ بہت ہی زیادہ خطرناک بات ہے۔ خدا کو پانے کے بعد اس سے بے وفائی کرنا اور اس سے منہ موڑنا ہلاکت کو دعوت دینے والی بات ہے۔ پس ایسی لقاء جو مسلسل بڑھتی چلی جائے اس کو لقائے باری تعالیٰ کہتے ہیں اور جو اس دنیا میں نصیب ہونی شروع ہو جائے پھر قیامت کے دن اس لقاء کا ایک ظاہری نظارہ بھی دکھائی دے گا۔ تو کیا ہو گا ہم اس کا تصور نہیں باندھ سکتے۔ مگر ہر شخص کی لقاء کی حیثیت اور توفیق اس دنیا میں طے ہوگی اور جتنی لقاء اس دنیا میں کسی کو نصیب ہوئی ہے، اس سے ممکن ہے ہزاروں لاکھوں گنا زیادہ اس میں روشنی پیدا ہو جائے اور اس لقاء کی جزاء یہ ہو کہ خدا ایسے دکھائی دینے لگے گویا ہماری آنکھوں کے سامنے ظاہر ہو گیا ہے مگر اس کے باوجود ہر شخص کی لقاء الگ الگ ہے۔ چنانچہ اس گڈریے کی لقاء اور تھی جو خدا تعالیٰ سے اپنے رنگ میں پیار سے باتیں کر رہا تھا کہ تو مجھے ملے تو میں تیری جوئیں ماروں، تیرے کپڑے دھوؤں، کانٹے نکالوں اور موسیٰ کی لقاء اور تھی، موسیٰ کو خدا تعالیٰ نے کلیم اللہ کا لقب عطا فرمایا۔ اور لقاء کے تعلق میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک خاص مقام تھا مگر وہ مقام محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم) کی لقاء کے مقابل پر کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ پس وہ سفر جو ایک گڈریے کی لقاء سے شروع ہوتا ہے، وہ طور پر جا کر ختم نہیں ہوتا بلکہ طور کے بعد مقام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم آتا ہے یعنی محمد مصطفیٰ ؐ کا قلب جس پر خدا جلوہ گر ہوا تو انسانی لقاء کا مضمون کامل ہوا۔ لیکن یہ مطلب نہیں کہ خدا محدود ہو گیا۔ مراد صرف یہ ہے کہ انسان کو خدا تعالیٰ نے جتنی توفیق عطا فرمائی ہے، جتنی استطاعت بخشی ہے، اس کی آخری حد تک خدا تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو پہنچنے کی توفیق بخشی لیکن ساتھ ہی معراج میں یہ بات ظاہر فرما دی

کہ وہ حد آپ کی آخری حد تھی۔ خدا کی آخری حد نہیں تھی بلکہ خدا کی حدود کا آغاز تھا۔ یہاں وہ تمثیلی بیری لگی ہوئی ہے جو انسان کی حد کو خدا کی حدوں سے جدا کرتی ہے۔ وہاں تک پہنچنا انسان کامل کا کام تھا لیکن یہ مراد نہیں کہ اس کے بعد خدا ختم ہو جاتا ہے۔ خدا تو ایک لامتناہی ہستی ہے اور پھر اپنے فضل سے اس نے کس حد تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو اپنے اندر سفر کی توفیق بخشی۔ یہ ایک عام انسان خواہ وہ کیسا ہی نیک اور بزرگ اور فلسفی کیوں نہ ہو، سوچ بھی نہیں سکتا کیونکہ یہ ایسی باتیں ہی جن کا تصور تجربے کے بغیر نصیب نہیں ہو سکتا۔ بہت سی باتیں ایسی ہیں جو تجربے کے بغیر بھی سوچی جاسکتی ہیں۔ بہت سی ایسی باتیں ہیں جو بغیر تجربے کے نصیب نہیں ہو سکتیں۔ .... پس اگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم بھی عام انسانوں کو مکمل طور پر دکھائی نہیں دے سکتے تو خدا تعالیٰ کے متعلق یہ تصور کرلینا کہ اس کی لقاء آناً"فاناً" ایک جلوے کی صورت میں ظاہر ہو اور وہی اس کا منتہی بن جائے یہ ناممکن بات ہے یہ بے وقوفی والی بات ہے۔ پس اس پہلو سے لقاء کے مضمون کو اپنی توفیق کے مطابق سمجھنے اور اپنی توفیق کے مطابق اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے.......''

جماعت احمدیہ میں اصلاح بہت آسان ہے

''پس یہ جو مضمون ہے اس کو سمجھتے ہوئے رمضان شریف میں اپنے اوپر غور کریں۔ بعض دفعہ خدمت سلسلہ کرنے والے جو خط لکھتے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی بہت ہی اصلاح کی گنجائش ہے اور بہت تکلیف دہ حالت ہے۔ میں نے ایک لمبا سلسلہ خطبات کا شروع کیا تھا، مختلف اخلاق پر زور دینے کے لئے، مالی لین دین، بیویوں سے سلوک، خاوندوں سے سلوک، دوستوں سے گفتگو میں، طرز تکلم میں اصلاح وغیرہ وغیرہ۔ وہ اگلی صدی میں داخل ہونے کا بہانہ سامنے رکھ کر تاکہ اس طرح جماعت میں ایک ولولہ پیدا ہو، جوش پیدا ہو، میں نے وہ باتیں بیان کیں لیکن حقیقت میں تو ان باتوں کا صدیوں سے تعلق نہیں تھا وہ ایک دائمی اہمیت، دائمی حیثیت کی باتیں ہیں۔ حقیقت میں ان باتوں کا صدیوں سے نہیں بلکہ ہر آنے والے لمحے سے تعلق ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی وہ لقاء جو زبردستی کی لقاء ہوگی، ہمارا اس میں اختیار نہیں۔ ہم نے بہرحال لوٹ کے اس کے پاس جانا ہے۔ وہ تو صدیوں کا انتظار نہیں کیا کرتی۔ اس میں تو لمحے لمحے کی بھی ہمیں خبر نہیں کہ اب ہوگی یا اگلے لمحے ہوگی۔ پس وہ ساری باتیں ایسی ہیں جن کا لمحات سے تعلق ہے اور ہر آنے والے لمحے سے تعلق ہے۔ ان باتوں میں اصلاح کریں اور پھر دیکھیں کہ آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کی لقاء زیادہ آسان ہونی شروع ہو جائے گی اور بعض دفعہ اخلاق کی ترقی کے ساتھ انسان جزوی طور پر خدا کو اس طرح پانا شروع کر دیتا ہے کہ اس کو پھر چسکا پڑ جاتا ہے۔ پھر وہ آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ پھر اور آگے بڑھتا چلا جاتا اور جو لقاء کا لطف ہے وہی اگلے قدموں کے لئے غذا بن جاتا ہے لیکن اگر وہ لطف ہی نصیب نہ ہوا ہو تو اگلے قدم کے لئے طاقت نہیں ہوتی بلکہ قدم واپس مڑتے ہیں اور دنیاوی مادی لذتوں کی طرف جھکتے ہیں اور انسان دن بدن اپنے ذوق میں زیادہ سفلہ پن محسوس کرنے لگتا ہے لیکن ایسے بھی ہیں جو کوئی محسوس

نہیں کرتے۔ ان کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ پس خدا کی طرف سفر کے لئے ذوق کا لطیف تر ہوتے چلے جانا نہایت ضروری ہے۔ پس اپنے ماحول میں، اپنے بچوں سے گفت و شنید میں اعلیٰ ذوق کا مظاہرہ کریں۔ اپنی بیویوں سے گفت و شنید میں اعلیٰ ذوق کا مظاہرہ کریں۔ بیویاں خاوندوں سے گفت و شنید میں اعلیٰ ذوق کا مظاہرہ کریں۔ بھائی بہنوں سے، دوستوں سے بے تکلفی کے باوجود ایک اخلاق کا پاس ضرور رکھا کریں۔ کیونکہ وہ بے تکلفی جو بدتمیزی پر منتج ہو جائے، وہ بے تکلفی جس سے کلام میں بدخلقی پیدا ہو، وہ بے تکلفی حقیقت میں ایک مہلک زہر ہے۔ وہ دوستیوں کو تباہ کرنے والی بے تکلفی ہوا کرتی ہے، دوستیوں کو بڑھانے والی نہیں ہوا کرتی اور ہمارے ملک میں خصوصیت سے یعنی پاکستان اور ہندوستان میں بھی اب یہ کثرت سے رواج ہو رہا ہے کہ بے تکلفی اور دوستی کا اظہار گندی گالیوں سے کرنا ہے۔ اور یہ گندی گالیاں پھر آہستہ آہستہ ایسی عادت بن جاتی ہیں کہ اس میں انسان کو شعور ہی نہیں رہتا کہ میں کہہ کیا رہا ہوں اور کر کیا رہا ہوں۔

ہمارے ایک خادم سلسلہ نے خدام الاحمدیہ کے اصلاحی دوروں کے سلسلہ میں حیدر آباد ڈویژن کا اور بعض دوسرے علاقوں کا سفر کیا تو ان کا بڑا تکلیف دہ خط موصول ہوا۔ انہوں نے کہا کہ ماحول کو تو میں جانتا ہی ہوں۔ کیا حال ہو چکا ہے؟ مجھے تعجب ہوا کہ بعض دیہاتی احمدی جماعتوں میں بھی زبان کی صفائی کا خیال نہیں ہے۔ وہ عام روزمرہ گالیاں دینے لگ گئے ہیں محاورے کے طور پر۔ ہل چلا رہے ہیں تو اور کچھ نہیں بیل کو ہی گالیاں دیتے جاتے ہیں۔ کس قدر بیوقوفی ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک فرق میں نے ضرور دیکھا کہ اگر باقی معاشرے کی اصلاح کے لئے میں عمر بھی وقف کر دیتا تو کسی نے میری بات نہیں ماننی تھی۔ میں عمر کا چھوٹا ہوں۔ ان سے ناواقف بھی تھا جن کے پاس پہنچا لیکن جب میں نے ان کو سمجھایا کہ تم ہو کون اور تم سے کیا توقعات ہیں تو ہر ایک نے فوری طور پر مثبت رد عمل دکھایا اور پھر کہتے ہیں کہ میں نے دوروں میں دوبارہ جا کر رابطے کیے تو مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ وہ محض ایک فرضی رد عمل نہیں بلکہ واقعتاً" ان کے اندر تبدیلیاں پیدا ہو رہی تھیں۔ پس احمدیت کی مٹی میں یہی تو مزا ہے کہ واقعتہ" وہ مٹی ہے جو نم ہو تو بہت زرخیز ہے۔ اس وقت احمدی معاشرے کی اصلاح مشکل نہیں ہے کیونکہ حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) نے دلوں میں ایک ایسی نرمی پیدا کر دی ہے اور وہ ملائمت پیدا کر دی ہے جس کے نتیجے میں جس طرح آپ موم کو جس طرح چاہیں ڈال لیں، یہ مٹی نیکی میں ڈھلنے کے لئے موم کی طرح اثر رکھتی ہے۔ اور بدی میں ڈھلنے کے لئے سخت ہو جاتی ہے۔ بیک وقت اس مٹی میں یہ دو خصوصیات موجود ہیں۔ خدا ان خصوصیات کو ہمیشگی کی زندگی دے۔ جس قوم میں یہ خصوصیات پائی جائیں ان کی اصلاح آسان ہو جایا کرتی ہے اور بہت ہی ہوا کے رخ پر چلنے والی بات ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے ہاتھوں میں ڈھلنے والی مٹی کی یہ تعریف فرمائی......... یہاں......... جو سختی پائی گئی ہے، دراصل کفار کی عادات کے خلاف سختی مراد ہے۔ کفر کے خلاف سختی ہے۔ جہاں تک بدی کا تعلق ہے وہ بدی ان کے اوپر اثر ڈالنے کی کوشش کرتی ہے اور نامراد رہتی ہے۔ وہ ان کو اپنے رنگ میں ڈھال نہیں سکتی لیکن جہاں ایمان لانے والوں کے اثر قبول کرنے کا معاملہ ہے۔

فرمایا...... وہ نہایت ہی نرم اور بہت ہی تعاون کرنے والے اور جھکنے والے اور ان کے سامنے مٹ جانے والے لوگ ہیں۔ پس جو کوشش بھی آپ جماعت احمدیہ میں اصلاح کی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کا رد عمل عام دنیا کے رد عمل کے مقابل پر ایک جداگانہ رد عمل ہے۔ محض باشعور طور پر محنت کی ضرورت ہے۔ پس ہمارے نظام سے تعلق رکھنے والے جتنے بھی عہدیداران ہیں خواہ وہ خدام الاحمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ لجنہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ انصار سے تعلق رکھتے ہوں اور نظام جماعت کے دوسرے عہدیدار وہ ان باتوں کا خیال کریں اور اس رمضان میں خصوصیت سے ہر جگہ یہ شعور بیدار کریں کہ ہم نے خدا سے لقاء کی دعائیں مانگنی ہیں اور لقاء کی تیاریاں کرنی ہیں اور اس کی لقاء کی خاطر اپنے گھروں کو سنوارنا ہے۔ اپنے صحنوں کو جھاڑو دینے ہیں اور اپنی دیواروں کو دھونا اور صاف کرنا اور اپنے فرشوں کو مانجھنا ہے۔ جس طرح ایک اچھے مہمان اور پیارے مہمان کی تیاری ہر گھر کرتا ہے خواہ وہ غریب ہو' خواہ امیر ہو۔ ہم نے اپنی توفیق کے مطابق اپنے گھر کو خدا کے لئے سنوارنا ہے تاکہ وہ ایک معزز مہمان کی طرح یہاں نازل ہو۔

کئی دفعہ اگر وقت نہ بھی ہو اور پتہ چلے کہ کوئی شخص بے چارہ تیاری کر کے بیٹھا ہوا ہے تو انسان مجبوراً بھی وہاں چلا جاتا ہے۔ میں نے سفروں کے دوران دیکھا ہے۔ وقف جدید' انصار اللہ' خدام الاحمدیہ کے دوران میں نے پنجاب میں بڑے سفر کئے ہیں' بعض دفعہ ہمارے دورے میں ایک گاؤں نہیں ہوا کرتا تھا اور ان کو پتہ ہوتا تھا کہ یہ دورے میں شامل نہیں ہے۔ گاؤں والے پہنچ جاتے تھے۔ کہتے تھے کہ جی ہم تو تیاری کر کے بیٹھے ہیں۔ کیا کریں؟ اس میں محبت کا ایسا ایسا جذبہ پایا جاتا ہے کہ دوسرے کو بے اختیار کر دیتا ہے۔ جب وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم تو جی تیار بیٹھے ہیں تو پھر انسان کیسے کہہ دے۔ اچھا تیار بیٹھے رہو۔ ہم نہیں آسکتے۔ مجبوراً وقت نکالنا ہی پڑتا ہے۔ کچھ وہاں سے پھر وقت کھینچا۔ کچھ کہیں سے کھینچ کے لمبا کیا۔ بہرحال وقت دینا پڑتا ہے تو اگر انسان میں ایسا جذبہ ہے احسان مندی کا تو خدا تعالیٰ نے تو ہمیں احسان سکھایا ہے۔ وہ ہمارے احسان کا بھی خالق ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ آپ خدا کے لئے کچھ تیاری کریں اور خدا کی طرف سے کورا سا جواب مل جائے کہ میرے پاس تمہارے لئے وقت نہیں ہے کہ تم پوری طرح صاف نہیں ہوئے۔ پس صاف ہونے کی کوشش شروع کر دیں۔ پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح آپ پر اپنی رحمت کا جلوہ دکھاتا ہے۔ وہ جھکا کرتا ہے۔ آپ میں اٹھنے کی طاقت نہیں ہے...... پس آپ لقائے باری تعالیٰ کی تیاری کریں اس طرح تفصیل سے اس مضمون کو سمجھنے کے بعد کچھ نہ کچھ ضرور شروع کر دیں اور آج کے بعد جب رمضان ختم ہو تو دیکھیں کہ آپ نے کتنا خدا کی ذات میں سفر کیا ہے۔ وہی سفر سفر ہو گا جو رمضان کے بعد بھی جاری رہے گا۔ وہ سفر جہاں آپ پھسل کر واپس آجائیں وہ سفر سفر نہیں ہے۔ یہ ممکن ہے کہ کوششوں میں انسان پھسلتا رہے لیکن جب ایک مقام کو حاصل کر لیتا ہے تو پھر اس کے بعد پھسلنا نہیں ہونا چاہیے۔

ہم نے کئی دفعہ بچپن میں ایسے POLES پر چڑھنے کی کوشش کی جس میں انسان پھسل جاتا ہے۔ بعض درختوں پر انسان

چڑھنے کی کوشش کرتا ہے اور پھسل جاتا ہے کیڑیاں بھی دیواروں پر چڑھتی ہیں اور پھسل جاتی ہیں لیکن اگر انسان عزم جاری رکھے تو بار بار پھسلنے کے باوجود پھر ایک موقعہ ایسا نصیب ہوتا ہے جب انسان اس چوٹی کو پالیتا ہے جس کی طرف وہ حرکت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب اس درخت پر چڑھ کر اس چوٹی پر بیٹھتا ہے تو پھر کوئی پھسلنا نہیں ہے۔ پھر اپنی مرضی سے نیچے اترے تو اترے۔ ایک اور ہی لطف اس وقت فتح کا محسوس ہو رہا ہوتا ہے کہ ہاں اب میں مقام محفوظ پر پہنچ گیا ہوں۔ پس اس لقاء کا جو اس رمضان کے دوران حاصل ہو' اس پیمانے پر جانچیں اور دیکھیں کہ آپ نے جو کچھ خدا کا پایا تھا' رمضان گزرنے کے بعد بھی ہاتھ میں رہا یا نہ رہا۔ اگر نہیں رہا تو پھر میرا آپ کو یہی پیغام ہو سکتا ہے کہ کوشش جاری رکھیں اور نہیں تو بار بار گرنے والی کیڑیوں سے ہی سبق حاصل کریں۔ پھسلیں۔ بے شک پھسلیں مگر پھر اس نیت کے ساتھ دوبارہ سفر شروع کریں کہ میں نے ہمت نہیں توڑنی اور ضرور اپنے مقصد کو حاصل کر کے چھوڑنا ہے پھر....... آپ کے پھسلنے سے نقصان نہیں ہوگا۔ لیکن اگر پھسلنے کا مطلب یہ ہے کہ اگلے رمضان تک مسلسل خدا سے دور ہی ہٹتے چلا جانا ہے تو پھر یہ لقاء نہیں ہے۔ اس کا جو کچھ اور نام رکھ دیں لیکن اسے آپ لقاء نہیں کہہ سکتے۔ پس اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو حقیقت میں لقاء کے مضمون کا عرفان عطا فرمائے اور اس مضمون کو سمجھنے کے بعد لقائے باری تعالیٰ نصیب کرے۔ سب سے بڑی دنیا کی طاقت مذہبی قوموں میں لقاء سے حاصل ہوا کرتی ہے۔ اتنا بڑا کام ہے ہمارے سپرد۔ اتنے بڑے انقلابات ہم نے برپا کرنے ہیں کہ لقاء کے بغیر ناممکن ہے کہ ہم اس کام کو سرانجام دے سکیں۔ پس اس کی اہمیت کو سمجھیں۔ جتنے زیادہ صاحب لقاء جماعت احمدیہ کو نصیب ہوں گے اتنے ہی جلدی بڑے بڑے عظیم الشان انقلاب دنیا میں برپا کرنے کی ہمیں توفیق عطا ہوگی۔ اللہ کرے کہ جلد تر ہمیں یہ توفیق نصیب ہو"۔

خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :۔

"خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اسی کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا"۔

(کشتی نوح صفحہ ۲۴، ۲۵)

روزہ ایک رنگ میں عبادت کا معراج ہے

اقتباسات از خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

(۱۵ اپریل ۱۹۸۸ء)

"روزہ ایک رنگ میں عبادات کا معراج ہے اور تعلق باللہ کے لحاظ سے روزہ مومن کی زندگی میں بہت ہی زیادہ اہم ہے اور رمضان میں تعلق باللہ کے جتنے ذرائع میسر آتے ہیں اور اس کے لئے تحریک اور تحریص پیدا ہوتی ہے دوسرے دنوں میں اس قدر تحریک و تحریص کا ہونا ممکن نہیں۔ حج میں تو محدود تعداد میں لوگ وہاں پہنچ سکتے ہیں جبکہ رمضان ہر جگہ خود پہنچتا ہے۔ جو شخص دنیا میں کہیں بھی رمضان کا چاند دیکھے اس پر اسی وقت روزے فرض ہو جاتے ہیں۔ اس لئے یہ ایک ایسی عبادت ہے جسے دوسرے تمام عبادتوں میں ایک امتیازی مقام حاصل ہے"۔

"رمضان کو کیوں اہمیت حاصل ہے؟ اس لئے حاصل ہے کیونکہ قرآن کریم اس مہینہ میں نازل ہوا۔ پھر قرآن کریم کا ہدایت سے بڑا گہرا تعلق ہے اور وہ ہدایت بھی ایسی ہے کہ **بینت من الھدی** ہے یعنی عام ہدایت ہی نہیں بلکہ بہت ہی روشن اور کھلی کھلی ہدایت لے کر قرآن آیا ہے۔

والفرقان اور قرآن ایسی آیات پیش کرتا ہے جو حق و باطل میں تمیز کرنے والی ہیں۔ کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرنے والی ہیں۔ سو گویا قرآن کریم کی جو تعریف بیان فرمائی جا رہی ہے۔ یہ تعریف رمضان کی طرف منتقل بھی ہو رہی ہے۔ رمضان کی تعریف سے جب مضمون شروع ہوا اور یہاں تک پہنچا کہ قرآن کریم اس میں نازل ہوا اور قرآن کی عظمت و اہمیت یہ ہے تو مراد یہ ہے کہ یہ ساری باتیں تمہیں رمضان میں میسر آئیں گی اور ان برکتوں کا رمضان سے بہت گہرا تعلق ہے۔ چنانچہ اس کے بعد فرمایا کہ یہ ساری باتیں پیش نظر رکھ کر ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ **فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ** تم میں سے جو کوئی بھی اس مہینے کو دیکھے وہ روزہ رکھے"۔

مسافر اور مریض کے سوا ہر مومن روزہ رکھنے پر مکلف ہے

"**فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر** جو کوئی مریض ہو یا سفر پہ ہو اس کے لئے بعد کے ایام میں روزے رکھنے فرض ہیں۔ اس میں کسی اور تیسرے شخص کو روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور یوں مضمون بیان ہوا ہے جیسے کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی اور شخص روزہ چھوڑنے کی بات بھی سوچے گا۔ فرمایا **ومن کان مریضا" او علی سفر** پس روزہ چھوڑنے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ رمضان شروع ہو گیا خدا نے فرض کر دیا یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی مومن روزہ چھوڑنے کی بات کرے سوائے اس کے کہ اس کو اجازت دی جائے اور اجازت صرف ان دو صورتوں

میں ہے"۔

"ہماری نئی نسلیں روزے کو بالکل ہلکا پھلکا لیتی ہیں اور نئی نسلوں کے ماں باپ بھی بد قسمتی سے ہلکا پھلکا لیتے ہیں۔ گویا کہ تخفیف کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ بات زیادہ اہم ہے کہ بچہ پڑھائی کر رہا ہے اس کی پڑھائی پر برا اثر نہ پڑے حالانکہ ٹیلی ویژن میں وہ ہزار وقت ضائع کر رہا ہو ہر قسم کی بے ہودہ دلچسپیوں میں حصہ لیتا ہو اس سے ان کو کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن روزے کے وقت ان کو اتنی شدت سے احساس ہوتا ہے کہ کہیں اس کی صحت کمزور نہ ہو جائے حالانکہ صحت کمزور کرنے والی کئی دوسری عادتیں اس میں ہوتی ہیں ان کے بارے میں وہ فکر مند نہیں ہوتے۔ ایک روزہ بے چارہ رہ گیا ہے جس کے متعلق وہ سمجھتے ہیں کہ اس بچہ کی ساری صحت برباد ہو جائے گی اور پڑھائی پر اثر پڑے گا۔ ان کی یہ بالکل غلط بات ہے، محض وہم ہے 'قطعاً' کوئی برا اثر روزہ کے نتیجہ میں پڑھائی پر نہیں پڑتا بلکہ جو لوگ پڑھنے والے نہیں ہیں وہ بھی رمضان میں زیادہ پڑھ لیتے ہیں۔ خود میں بھی ایسے طالب علموں میں سے تھا جو اپنے کورس کی کتابیں بہت کم پڑھتا تھا لیکن رمضان میں مجھے زیادہ موقع ملتا تھا کیونکہ رمضان میں اور دلچسپیاں تو ہوتی نہیں۔ قرآن کریم پڑھنا ہے یا دینی مطالعے کرنے ہیں چونکہ دیگر تمام دلچسپیاں کٹ جاتی ہیں اس لئے پڑھائی کے لئے بھی زیادہ وقت مل جاتا ہے اور پھر اگر وقت کم بھی ملے تو دعاؤں اور نمازوں کے ذریعہ رمضان شریف میں طلباء برکت لے کر باہر نکلتے ہیں' ان کو علمی نقصان کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔ انہی کو علمی نقصان ہو سکتا ہے جو اس خیال سے رمضان کا روزہ چھوڑ دیں کہ ان کو نقصان نہ ہو۔ ایسے لوگوں کے علم میں برکت نہیں پڑ سکتی۔ اور اگر ظاہری طور پر وہ علمی فائدہ حاصل کر بھی لیں تو بے کار اور بے معنی ہے۔ انہوں نے بہت بڑا فائدہ کھو کر بہت معمولی فائدہ لیا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا **ان کنتم تعلمون** کاش کہ تمہیں پتہ ہوتا کہ کیا کھو رہے ہو۔ اگر تمہیں علم ہوتا تو تم کبھی بھی اس فائدے سے محروم نہ رہتے۔ اس لئے تمام دنیا میں جماعتوں کو خصوصیت سے رمضان میں تفصیلی نظر ڈالنے کا انتظام کرنا چاہیے۔ جن بچوں کے ماں باپ کو یہ سعادت حاصل نہیں کہ وہ اپنے بچوں کو تلقین کریں وہاں خدام الاحمدیہ کے ذریعہ تلقین کی جائے' لجنہ کے ذریعہ تلقین کی جائے' انصار کے ذریعہ کوشش کی جائے۔ جماعت کوئی بھی نظام مقرر کرے مگر براہ راست ہر احمدی کو یہ پیغام ملنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے اس مہینہ میں تم پر روزے فرض کر دیے ہیں۔ اب بتاؤ تم مریض ہو یا مسافر ہو۔ اگر دونوں میں سے کچھ نہیں تو پھر سوائے روزے کے اور کوئی راہ نہیں"۔

رمضان کے مضمون کا منتہا

"اس کے بعد اس مضمون کا جو منتہا ہے وہ بیان ہوا ہے۔ فرمایا **واذا سالک عبادی عنی فانی قریب** اگر اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھ سے میرے بندے یہ سوال کریں کہ میں کہاں ہوں **فانی قریب** میں تو ان کے قریب ہوں۔ **اجیب دعوۃ الداع اذا دعان** جب بھی کوئی بلانے والا مجھے بلاتا ہے میں اس کی دعوت کا جواب دیتا ہوں۔

فلیستجیبوالی ولیومنو بی لعلکم یرشدون پس ان کو بھی تو چاہیے کہ وہ میری باتوں کا جواب دیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں۔ اس آیت کا گذشتہ آیت سے گہرا تعلق ہے، رمضان کے مضمون سے گہرا تعلق ہے۔ رمضان کے مہینے میں خدا تعالیٰ بندے کے جتنا قریب ہوتا ہے اتنا کسی اور مہینے میں اس کثرت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی قربت کی شہادتیں نہیں ملتیں۔ اور رمضان کے مہینے میں ایک یا دو تین کے ساتھ اس کی قربت کا تعلق ظاہر نہیں ہوتا بلکہ کثرت کے ساتھ عام مومنوں سے یہی سلوک ہوتا ہے۔ اس لئے یہ اعلان عام ہے۔ **اذا سالک عبادی عنی فانی قریب۔ عبادی** سے مراد بندے بھی ہیں اور عبادی سے مراد عبادت کرنے والے بھی ہیں۔ اس موقع پر میرے نزدیک یہاں عام بندے مراد نہیں بلکہ عبادت کرنے والے بندے مراد ہیں۔ اور وہی تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے متعلق پوچھا کرتے تھے۔ فرمایا میرے بندے جو میری عبادت کرتے ہیں اگر وہ میرے متعلق سوال کریں تو میں قریب ہوں، ان کی دعوت کا جواب دیتا ہوں اور دوں گا لیکن وہ میری باتوں کا جواب دیں یعنی ان پر عمل کریں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ **لعلھم یرشدون** تاکہ وہ ہدایت پائیں"۔

رمضان میں خاص رحمت و پیار کے چھینٹے

"جوں جوں رمضان آگے بڑھتا ہے۔ رمضان بھیگنا شروع ہوتا ہے۔ رات کے متعلق کہا جاتا ہے کہ رات بھیگی۔ میں نے یہ لفظ رمضان کے متعلق عمداً" استعمال کیا ہے کیونکہ رات بھیگتی ہے۔ جب رات گہری ہو جائے اور آخر پر دن کے قریب پہنچنے لگے اس وقت شبنم سے بھیگتی ہے۔ اسی طرح رمضان جب اختتام اور عید کے قریب پہنچنے لگتا ہے تو آنسوؤں سے بھیگتا ہے۔ جتنا زیادہ آپ رمضان میں آگے بڑھتے ہیں اتنا زیادہ یہ نم دار ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس لئے عام سرسری محاورے کے طور پر میں نے نہیں کہا بلکہ ایک خاص معنی کے پیش نظر کہا ہے جوں جوں رمضان بھیگتا چلا جاتا ہے خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت میں ایک خاص چمک پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا گہرا تعلق انسان محسوس کرنے لگتا ہے کہ بعض دفعہ وہ سمجھتا ہے کہ یہی میری زندگی کا آخری دن ہوتا تو بہتر تھا کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس خاص رحمت و پیار کے جلوے نصیب ہوتے ہیں اور یہ جو رحمت کا چھینٹا ہے یہ عام ہے۔ کسی اور مہینے میں اس کثرت کے ساتھ خدا کی رحمت کے ایسے چھینٹے نہیں پھینکے جاتے جو دنیا کے ہر کونے اور ہر ملک میں برس رہے ہوں اور جس کسی پر بھی پڑیں اسے خوش نصیب بنا دیں۔ اس لئے رمضان کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ رمضان المبارک میں جو لوگ روزے نہیں رکھتے وہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ وہ کن نیکیوں سے محروم رہ گئے ہیں۔ چند دن کی بھوک انہوں نے برداشت نہیں کی چند دن کی پابندیاں انہوں نے برداشت نہیں کیں اور بہت ہی بڑی نعمتوں سے محروم رہ گئے اور پہلے سے اور بھی زیادہ دنیا کی زنجیروں میں جکڑے گئے۔ کیونکہ جو رمضان کی پابندیاں برداشت نہیں کرتا اس کی عادتیں دنیا سے مغلوب ہو جاتی ہیں اور وہ درحقیقت اپنے آپ کو مادہ پرستی کے بندھنوں میں خود جکڑنے کا موجب بن جایا کرتا ہے۔ یہ لوگ دن بدل ادنی زندگی

کے غلام ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اگر چاہیں بھی تو پھر بھی ان بندھنوں کو توڑ کر ان سے آزاد نہیں ہو سکتے۔ اس لئے یہ بہت ہی ضروری فیصلہ ہے کہ رمضان کی چند دن کی پابندیاں بشاشت اور ذوق و شوق سے قبول کی جائیں۔

ایا ما" معدودات خدا نے فرمایا۔ گنتی کے چند دن ہی تو ہیں ان میں رمضان کی پابندیاں اختیار کر کے تو دیکھو۔ **ایا ما" معدودات** کا ایک مطلب تو یہ بھی لیا جا سکتا ہے۔ جن کے اوپر رمضان سخت ہو ان کو تسلی دینے کے لئے فرمایا ہے کہ گنتی کے چند دن ہیں گذر جائیں گے کوئی بات نہیں، تم تجربہ کرو تمہیں فائدے پہنچیں گے۔ اس کا ایک اور مطلب یہ ہے کہ گنتی کے چند دن ہی تو ہیں تم یہ پابندیاں اختیار کر کے دیکھو گے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ اس کے فائدے لامتناہی ہیں۔ چند دن کی سختیاں بہت وسیع فائدے اپنے پیچھے چھوڑ جائیں گی کہ سارا سال تم ان چند دنوں کی کمائیاں کھاؤ گے۔ یعنی تھوڑی محنت کے بعد لمبے پھل کا اس میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس لئے میں جماعت کو پھر تاکید کرتا ہوں کہ باقاعدہ منظم طریقے پر ابھی جو ایک دو دن میسر ہیں یا خطبہ جہاں دیر سے پہنچے وہاں ان کو چاہیے کہ جتنا بھی بقیہ رمضان ہو اس میں باقاعدہ جدوجہد کریں کہ ایک بھی احمدی رمضان کی برکتوں سے محروم رہنے والا نہ ہو۔

جو مریض اور مسافر ہے وہ بھی محروم نہیں رہے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اسے اجازت تو دی ہے مگر اجازت دینے کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ تمہیں میں محروم کر دیتا ہوں۔ ایسے لوگ راتوں کو عبادت کے لئے اٹھ سکتے ہیں، دعاؤں میں شامل ہو سکتے ہیں، رمضان کی دیگر نیکیوں میں شامل ہو سکتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص کو اگر سخت کلامی کی عادت ہے اور وہ مریض یا مسافر ہے تو رمضان اس کو روزے سے رخصت تو دیتا ہے لیکن بدکلامی کی اجازت تو نہیں دیتا۔ اور دیگر بدیوں سے روکنے کا جو رمضان خاص طور پر حکم دیتا ہے کسی کا مسافر ہونا یا اس کا مریض ہونا اس اس حکم سے تو آزاد نہیں کرتا۔ اس لئے ہر شخص خواہ اس کو خدا تعالیٰ نے رخصت عطا فرمائی ہے خواہ نہیں عطا فرمائی رمضان سے فائدہ حاصل کئے بغیر نہ نکلے۔

حضرت میر محمد اسماعیل صاحب....... نے ایک دفعہ رمضان کے بعد ایک نظم کہی اور ٹیپ کا ایک مصرعہ مشہور تھا جسے استعمال کیا کہ ۔

اب کے بھی دن بہار کے یوں ہی گذر گئے

بڑی دردناک نظم ہے لیکن جن لوگوں کو پتہ تھا کہ حضرت میر محمد اسماعیل صاحب خدا کے کیسے عبادت گذار بندے تھے ان کو کچھ اندازہ ہو سکتا ہے کہ جو لوگ عبادت گذار ہیں ان کو بھی رمضان کے بعد یہ فکر ہوتی ہے کہ کاش ہم اس سے زیادہ حاصل کر سکتے۔ ان کی تمنائیں بلند ہو جاتی ہیں اور جب وہ اپنے حال پر نظر ڈالتے ہیں تو ایک رنگ کی حسرت محسوس کرتے ہیں۔

پس وہ لوگ جنہوں نے نہ روزے رکھے نہ عبادتیں کیں ان کی حسرتوں کا کیا حال ہو گا۔ **ان کنتم تعلمون** کی بات ہی ہے جو آخر منہ سے نکلتی ہے کاش تمہیں پتہ ہوتا، تم بے خبر ہو، جنہوں نے بہت محنتیں کیں اور جو عارف باللہ اور

باشعور ہیں ان کو بھی آخر یہ احساس پیدا ہوا کہ اوہو! برکتوں کا پاکیزہ مہینہ گذر گیا، کئی کمزوریاں ہماری پیچھے رہ گئی ہیں، جنہیں ہم دور نہیں کر سکے، کئی بوجھ ہیں جنہیں ہم اتار نہیں سکے، کئی نعمتیں ہیں جن سے ابھی بھی ہم محروم چلے آرہے ہیں "گو خدا نے بہت کچھ عطا کیا لیکن ہمارے دل کی طلب پوری نہیں ہو سکی۔ یہ باخبر لوگوں کا حال ہے، جو بے خبر ہیں ان بے چاروں کو تو پتہ ہی کچھ نہیں کہ کیا چیز ان کے لئے آئی تھی اور گذر گئی۔ اس لئے باشعور لوگوں کا، باخبر لوگوں کا کام ہے کہ بے خبر لوگوں کو مطلع کریں۔ ان کو جھنجوڑیں ان کو بیدار کریں، ان کی منتیں کریں اور کہیں کہ گنتی کے چند دن ہیں تم کر کے تو دیکھو اور بچوں کو بھی عادت ڈالیں ایک روزہ مہینہ کا دو روزے مہینے کے اس طرح آہستہ آہستہ بچپن میں جو ماں باپ عادت ڈالتے ہیں ان کے بچوں کو پھر خدا تعالیٰ توفیق دیتا ہے ان کو رمضان سے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ رمضان ہمارے لئے یہ برکت بھی چھوڑ کے جائے گا کہ کثرت کے ساتھ وہ احمدی جو پہلے روزہ نہیں رکھتے تھے وہ اس رمضان کی برکت سے روزے رکھنے والے احمدی بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ضرورت بھی بہت ہے اتنے مشکلات کے دن ہیں کئی قسم کی جماعت پر سختیاں ہیں۔ پھر کام کے بہت سے دن ہیں۔ آگے نئی صدی کے کام آنے والے ہیں۔ ذمہ داریاں بڑھ رہی ہیں نئی جماعتیں آ رہی ہیں۔ جتنے روزے دار بڑھیں گے اتنے باخدا انسان بڑھیں گے اور جتنے باخدا انسان بڑھیں گے اور خدا سے پیوند زیادہ قائم ہو گا اتنی زیادہ برکتیں نازل ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری برکتوں کو وسیع کرے اور ہماری محرومیوں کے راستے بند کر دے"۔

> "دیکھو ایک بچہ بھوک سے بیتاب اور بیقرار ہو کر دودھ کے لئے چلاتا ہے تو ماں کی پستان میں دودھ جوش مار کر آجاتا ہے حالانکہ بچہ تو دعا کا نام بھی نہیں جانتا لیکن یہ کیا سبب ہے کہ اس کی چیخیں دودھ کو جذب کر لیتی ہیں۔ یہ ایک ایسا امر ہے کہ عموماً ہر ایک صاحب کو اس کا تجربہ ہے بعض اوقات ایسا دیکھا گیا ہے کہ مائیں اپنی چھاتیوں میں دودھ کو محسوس بھی نہیں کرتی ہیں اور بسا اوقات ہوتا بھی نہیں لیکن جونہی بچہ کی دردناک چیخ کان میں پہنچی فوراً دودھ اُتر آیا ہے۔ جیسے بچے کی ان چیخوں کو دودھ کے جذب اور کشش کے ساتھ ایک علاقہ ہے میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری چلاہٹ ایسی ہی اضطراری ہو تو وہ اُس کے فضل اور رحمت کو جوش دلاتی ہے اور اس کو کھینچ لاتی ہے اور میں اپنے تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ خدا کے فضل اور رحمت کو جو قبولیتِ دعا کی صورت میں آتا ہے میں نے اپنی طرف کھینچتے ہوئے محسوس کیا ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ دیکھا ہے۔ ہاں آجکل کے تاریک دماغ فلاسفر اس کو محسوس نہ کر سکیں یا نہ دیکھ سکیں تو یہ صداقت دُنیا سے اُٹھ نہیں سکتی اور خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ میں قبولیت دعا کا نمونہ دکھانے کے لئے ہر وقت تیار ہوں"
>
> (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۹۸)

رمضان المبارک کے فضائل و برکات

ایک دفعہ ماہِ رمضان المبارک کے آغاز سے ایک دن قبل یعنی ماہِ شعبان کے آخری روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حضورؐ نے مختصر لیکن نہایت جامع الفاظ میں رمضان المبارک کے فضائل و برکات پر روشنی ڈالی ہے۔ آپؐ نے اِس ماہ کو عظیم اور مبارک قرار دیا ہے۔ آپؐ کے خطبہ کا ترجمہ حسب ذیل ہے :-

"اللہ تعالیٰ نے اِس ماہ کے روزے فرض قرار دیئے ہیں اور اس کی راتوں کو کھڑا ہونے یعنی نمازِ تہجّد ادا کرنے کی بطور نفل تلقین فرمائی ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے قُرب کے حصول کی خاطر اس ماہ میں نیکی کی کوئی خصلت اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اسے دوسرے مہینوں میں بجا لائے گئے فرض کے برابر ثواب عطا کرے گا اور جو شخص اس ماہ میں کوئی فرض بجا لائے گا اُسے دوسرے مہینوں میں کی گئی فرض نیکی سے ستّر گنا ثواب دیا جائے گا۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کی جزاء جنّت ہے پھر یہ ہمدردی کا مہینہ ہے۔ اس میں بندوں کے رزق میں (حسّی و معنوی دونوں لحاظ سے) اضافہ کیا جاتا ہے۔ یہ ایسا مہینہ ہے جس کا ابتدائی حصّہ تو رحمت ہے۔ درمیانی حصّہ باعثِ مغفرت ہے اور آخری حصّہ دوزخ کی آگ سے آزاد کرانے کا موجب ہے۔ جو شخص اِس ماہ میں اپنے ملازمین اور غلاموں کے کام میں تخفیف یعنی کمی کر دے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کے سامان کرے گا اور اس کو جہنّم کی آگ سے نجات دے گا۔"

پس یہ خطبہ مبارکہ ہر مومن فرد کے لئے ایک عظیم الشّان بشارت ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی ہدایات کے ماتحت اِس ماہ کو گذارے اور اِس طرح اس سے زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ جو شخص اِس ماہ میں بھی اپنے اندر تبدیلی پیدا نہیں کرتا اور اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کے پیچھے لگا رہتا ہے اس سے زیادہ بدقسمت اَور کون ہوگا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے نیچے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو غضبِ الٰہی سے محفوظ رہنے اور اس کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کا عشق قرآن

(مکرم محمود احمد مجیب اصغر صاحب)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو آپ کا عشق قرآن ہے آپ کو بچپن سے ہی قرآن کریم سے ایک خاص لگاؤ تھا چھوٹی عمر میں ہی آپ نے قرآن کریم حفظ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینی اور دنیوی علوم سے بہرہ ور فرمایا آپ اعلیٰ تعلیم کے لئے آکسفورڈ (انگلستان) بھی تشریف لے گئے وہاں بھی آپ کی زندگی قرآن کریم کی محبت سے سرشار رہی۔ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا :۔

"قرآن کے علاوہ ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں میں ذاتی تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ قرآن کریم سے جو علم، جو فراست اور جو ذہانت ملتی ہے آکسفورڈ اور دنیا کی تمام یونیورسٹیوں سے اس کا ہزارواں بلکہ کروڑواں حصہ بھی نہی ملتا۔

پس قرآن کریم کا علم حاصل کرنے کے لئے کمربستہ ہو جائیں اور پھر اس علم سے آراستہ ہو کر ساری دنیا کی رہبری کی اہلیت اپنے اندر پیدا کریں"۔

(الفضل ۳۰ جون ۱۹۷۷ء)

اپنے ماحول سے نکل کر یورپ جیسے رنگین ماحول میں جا کر بعض لوگ اپنی اچھی روایات چھوڑ دیتے ہیں لیکن آپ جب علم کے حصول کے لئے آکسفورڈ گئے تو وہاں بھی تلاوت قرآن کریم کو ہرگز نہیں بھولے۔ مکرم چوہدری محمد علی صاحب جنہیں کئی غیر ملکی دوروں پر آپ کے پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر ساتھ جانے کا شرف حاصل ہوا، بیان کرتے ہیں کہ "حضور جب آکسفورڈ میں پڑھتے تھے تو ان دنوں حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد، حضرت صاحبزادہ مرزا ظفر احمد اور مرحوم حضرت صاحبزادہ مرزا سعید احمد اور دیگر صاحبزادگان بھی ولایت میں زیر تعلیم تھے ٹارکی کے علاقے میں ایک خاندان کے مہمان یعنی بطور PAYING GUEST ٹھہرا کرتے تھے خاتون خانہ جو بہت دیر تک زندہ رہیں اور دورہ ۱۹۷۰ء کے زمانہ تک بقید حیات تھیں۔ بہت مادرانہ شفقت سے پیش آتیں اس دورے کے دوران حضور ان کے مکان پر تشریف لے گئے مکان کھیتوں میں واقع تھا وہ خاتون خانہ حضور کو "ناصر" کہہ کر پکارتی تھیں۔ کہنے لگیں :

ناصر! آپ کو یاد ہے کہ آپ اس کمرے میں ٹہلا کرتے تھے اور قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ میں زندگی دین حق کی خدمت کے لئے وقف کردوں گا اور میں جواباً" کہا کرتی تھی کہ

OH WHAT A WASTE OF TIME!

کہ واہ یہ تو محض وقت کا ضیاع ہوگا!
کہنے لگیں کہ آپ نے تو سچ مچ اسے ثابت کردکھایا۔

(خالد۔ اپریل مئی ۱۹۸۳ء)

سابق امام جماعت بیت الفضل لندن بشیر احمد خان رفیق صاحب نے خلافت ثالثہ کے دوران اس خاتون کا انٹرویو لیا۔ انہوں نے بتایا :-

"وہ سامنے کمرہ ہے جس میں وہ ہمیشہ ٹھہرا کرتے تھے اور صبح صبح جب میں ان کے کمرہ کے آگے سے گزرتی تو ایک عجیب بھنبھناہٹ کی مسحور کن آواز آیا کرتی جو کبھی کھڑے ہو کر میں چند منٹ سنا بھی کرتی ایک دن میں نے ناصر سے پوچھا کہ تم صبح سویرے کیا پڑھتے رہتے ہو جس میں کبھی ناغہ نہیں ہوتا تو ناصر نے بتایا کہ وہ اپنی مقدس کتاب قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں"۔

(ایضاً)

آکسفورڈ سے ہی آپ نے اپنی زندگی خدمت دین کے لئے وقف کرنے کا امام وقت کو عریضہ لکھا جس کے بعد ہندوستان اور پاکستان میں آپ کو منجملہ خدمت دین کے اور مواقع کے ذیلی تنظیموں کی قیادت بھی نصیب ہوئی۔ ذیلی تنظیموں کی قیادت کے دوران بھی آپ کی یہ شدید خواہش رہی کہ قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کے لئے ذیلی تنظیمیں بچوں کو قرآن کریم سکھانے میں جماعت کا ہاتھ بٹائیں۔ انصار اللہ کی صدارت کے دوران آپ نے ایک مضمون میں انصار اللہ کو نصیحت کرتے ہوئے لکھا :-

"قرآن پڑھو کہ تلاوت قرآن میں بڑی برکت ہے قرآن جو اللہ کے ذکر سے بھرا ہوا ہے قرآن جو ہمارے لئے ایک مکمل ہدایت ہے' قرآن جو خدا کے واحد ویگانہ کی رحمانیت کو حرکت میں لاتا ہے قرآن جو زبان اور اعمال کی کجیوں کو دور کرتا ہے قرآن جب ہمارے دل میں اترتا اور ہماری زبان پر جاری ہوتا ہے تو اس کی برکت سے ہماری زندگی کی سب الجھنیں سلجھ جاتی ہیں قرآن دلوں میں تقویٰ پیدا کرتا اور انہیں مطہر بناتا ہے قرآن خود کلید قرآن ہے پس قرآن پڑھو' قرآن پڑھو"۔

(ماہنامہ انصار اللہ نومبر دسمبر ۱۹۶۰ء)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کیا خوب فرماتے ہیں :-

"پرستش کی جڑھ تلاوت کلام الٰہی ہے کیونکہ محبوب کا کلام اگر پڑھا جائے تو ضرور سچے محب کے لئے محبت انگیز ہوتا ہے اور سوزش عشق پیدا کرتا ہے"۔

(سرمہ چشم آریہ)

تلاوت قرآن پاک کی ہی برکت تھی کہ آپ کہ سینہ اور دل میں قرآن کے لئے سوزش عشق پیدا ہوا۔ ذیلی تنظیموں کی قیادت کے علاوہ آپ کو صدر انجمن احمدیہ کے صدر کی حیثیت سے بھی بھرپور خدمات کی توفیق ملی۔ انہی دنوں کا ذکر ہے ایک مجلس شوریٰ میں آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :-

"قرآن کریم ہماری زندگی، ہماری روح، ہماری جان، ہمارا سب کچھ ہے اور ہر احمدی خواہ وہ بچہ ہو، جوان ہو یا بوڑھا ہو مرد ہو یا عورت اس کو قرآن کریم سیکھنا چاہیے ہمیں ان کو سکھانا چاہیے"۔

(رپورٹ شوریٰ ۱۹۶۵ء)

غرض ہر ایک حیثیت میں آپ کے دل میں یہ تڑپ رہی کہ قرآن کریم کی تعلیم کو عام کیا جائے اور اس سے بہت ہی پیار کیا جائے اور اسی قسم کے الفاظ بے ساختہ طور پر ایک سچے عاشق قرآن کی زبان سے ہی نکل سکتے ہیں۔ خلافت کے اعلیٰ اور مقدس منصب پر فائز ہونے کے بعد آپ نے سب سے پہلے جماعت کے سامنے تعلیم القرآن کا ہی منصوبہ پیش فرمایا ابھی انصار اللہ کی صدارت بھی آپ ہی کے پاس تھی جب آپ نے مورخہ ۴ فروری ۱۹۶۶ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا :-

"کراچی کی جماعت کے بچوں کو قرآن کریم ناظرہ پڑھانے کا کام میں مجلس انصار اللہ کے سپرد کرتا ہوں...... ضلع جھنگ میں جو جو جماعتیں ہیں ان کے بچون کو قرآن کریم ناظرہ پڑھانے کا کام مجلس انصار اللہ کے سپرد کیا جاتا ہے...... اس منصوبے کی تفاصیل متعلقہ محکمے تیار کریں اور ایک ہفتہ کے اندر اندر مجھے پہنچائیں......"

(تاریخ انصار اللہ)

۴ر اپریل ۱۹۶۹ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا :-

"...... انصار اللہ کو میں کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنے طوعی اور رضاکارانہ چندوں میں ست ہو چکے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ آپ کو چست ہو جانے کی توفیق دے) لیکن مجھے اس کی فکر نہیں جتنی اس بات کی فکر ہے کہ آپ ان ذمہ داریوں کو ادا کریں جو تعلیم القرآن کے سلسلہ میں آپ پر عائد ہوتی ہیں ایک ذمہ داری تو خود قرآن سیکھنے کی ہے اور ایک ذمہ داری ان لوگوں (مردوں اور عورتوں) کو قرآن کریم سکھانے کی آپ پر عائد ہوتی ہے جن کے آپ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق راعی بنائے گئے ہیں۔

آپ ان ذمہ داریوں کو سمجھیں اور جلد تر ان کی طرف متوجہ ہوں ہر رکن انصار اللہ کا یہ فرض ہے کہ وہ اس بات کی ذمہ داری اٹھائے کہ اس کے گھر میں اس کی بیوی اور بچے یا اور احمدی

کہ جن کا خدا کی نگاہ میں وہ راعی ہے قرآن کریم پڑھتے ہیں اور قرآن کریم سیکھنے کا وہ حق ادا کرتے ہیں جو حق ادا ہونا چاہیے "۔

(تاریخ انصار اللہ)

تعلیم القرآن کے سلسلہ میں آپ نے تحریک وقف عارضی جاری فرمائی اور مجلس موصیان قائم فرمائی نیز نظارت اصلاح وارشاد (تعلیم القرآن) کا اضافہ فرمایا آپ نے تعلیم القرآن کو اپنی مفوضہ ذمہ داریوں میں سب سے اہم ذمہ داری قرار دیا :۔

"خلیفہ وقت کا سب سے بڑا اور اہم کام یہی ہوتا ہے کہ وہ قرآن کریم کی تعلیم کو رائج کرنے والا ہو اور نگرانی کرنے والا ہو کہ وہ سلسلہ حقہ کی طرف منسوب ہونے والے ہیں کیا وہ قرآن کریم کا جوا اپنی گردنوں پر رکھنے والے ہیں اور اس سے منہ پھیرنے والے نہیں بلکہ اس کی پوری پوری اطاعت کرنے والے ہیں "۔

(خطبہ یکم جولائی ۱۹۶۶ء)

قرآن کریم کی محبت کو آپ نے اپنوں میں ہی رائج کرنے تک محدود نہ رکھا بلکہ آپ نے ملک ملک کا سفیر بن کر قرآنی تعلیمات کی اشاعت فرمائی۔ یورپ میں ایک موقع پر آپ نے فرمایا :۔

"میں تمام اقوام پر یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ان کی نجات قرآن کریم کی بے مثال ولازوال تعلیم پر عمل کرنے کے ساتھ وابستہ ہے۔ دنیا مانے یا نہ مانے میرا مشورہ اور میری نصیحت یہی ہے کہ بنی نوع انسان قرآن عظیم کے بیان کردہ اصولوں کو اپنائیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر اپنے آپ کو خدا کی امان کے نیچے لائیں جب تک وہ ایسا نہیں کریں گے تیسری عالمگیر جنگ کے خطرہ سے اپنے آپ کو بچانے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے "۔

(دورہ مغرب ۱۴۰۰ھ)

آپ نے قرآنی تعلیمات کا خلاصہ بھی نہایت محبت بھرے الفاظ میں یوں نکالا :

LOVE FOR ALL, HATRED FOR NONE

آپ کے قرآن کریم کے ساتھ عشق کا نتیجہ تھا کہ آپ دنیا کے ہر فرد کے ہاتھ میں قرآن کریم دے دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر آپ نے فرمایا :۔

"میرا تو دل چاہتا ہے کہ ہم دنیا کے ہر گھر میں قرآن کریم کا متن پہنچا دیں اللہ تعالیٰ آپ ہی اس میں برکت ڈالے گا تو پھر بہتوں کو یہ خیال پیدا ہو گا کہ ہم یہ زبان سیکھیں یا اس کا ترجمہ سیکھیں "۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱ ستمبر ۱۹۷۰ء)

قرآن کریم کی اشاعت کے بارہ میں آپ کے ایک کشف کا ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے آپ نے بیان فرمایا :-

"ایک دن جب میری آنکھ کھلی تو میں بہت دعاؤں میں مصروف تھا اس وقت عالم بیداری میں میں نے دیکھا کہ جس طرح بجلی چمکتی ہے اور زمین کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک روشن کردیتی ہے اسی طرح ایک نور ظاہر ہوا اور اس نے زمین کے ایک کنارے سے لیکر دوسرے کنارے تک ڈھانپ لیا پھر میں نے دیکھا کہ اس نور کا ایک حصہ جیسے جمع ہو رہا پھر اس نے الفاظ کا جامہ پہنا اور ایک پر شوکت آواز فضا میں گونجی جو اس نور سے ہی بنی ہوئی تھی اور وہ یہ تھی **بشری لکم**......... گزشتہ پیر کے دن میں ظہر کی نماز پڑھا رہا تھا اور تیسری رکعت کے قیام میں تھا تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کسی غیبی طاقت نے مجھے اپنے تصرف میں لے لیا ہے اور اس وقت مجھے یہ تفہیم ہوئی کہ جو نور میں نے اس دن دیکھا تھا وہ قرآن کا نور ہے۔ جو تعلیم القرآن اور عارضی وقف کی سکیم کے ماتحت دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ اس مہم میں برکت ڈالے اور انوار قرآن اسی طرح زمین پر محیط ہو جائیں گے جس طرح اس نور کو میں نے زمین پر محیط ہوتے دیکھا ہے **فالحمد للہ علی ذالک**"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۵ اگست ۱۹۶۶ء)

چنانچہ قرآن کریم کی عالمگیر اشاعت کے سلسلہ میں آپ نے کئی منصوبے بنائے جن پر عمل درآمد آپ کے اپنے دور میں بھی شروع ہو گیا کچھ پھل تو آپ کی زندگی میں ہی آپ کے منصوبوں کو لگے اور کچھ بعد میں لگ رہے ہیں۔ آپ نے قرآن کریم کی عالمگیر اشاعت کا جو منصوبہ بنایا اس کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک موقع پر آپ نے فرمایا :-

"اشاعت قرآن کے سلسلہ میں تین مرحلے آتے ہیں ایک یہ کہ متن قرآن کریم کو ہر مسلمان کے ہاتھ میں پہنچا دیا جائے یہی نہیں بلکہ متن قرآن عظیم کو دنیا کے ہر انسان کے ہاتھوں تک پہنچایا جائے....... دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ ہر قوم اور ہر ملک کی زبان میں کیا جائے تاکہ دنیا کے ہر خطہ کے لوگوں تک قرآن کریم کو اس کے معنی و مفہوم کے ساتھ پہنچایا جاسکے........ تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ جو لوگ یا قومیں قرآن کریم کا متن پڑھنے لگ جائیں اور اس کا ترجمہ سمجھنے لگ جائیں ان کو ہم قرآن عظیم کی تفسیر سے روشناس کرائیں۔ اگر اللہ تعالیٰ احمدیوں کے دلوں میں قرآن کریم کی محبت کی گرمی کو قائم رکھے تو انشاء اللہ تعالیٰ اگلے پچاس ساٹھ سال میں ہم اپنے کام کا ایک بڑا حصہ مکمل کر چکے ہوں گے"۔

(خطاب ۱۸ فروری ۱۹۷۳ء بحوالہ الفضل ۱۵ جون ۱۹۷۳ء)

اس مقصد کے لئے آپ نے افریقہ اور براعظم یورپ اور امریکہ میں پریس کے بھی منصوبے بنائے اور وائس آف قرآن کے نام سے کسی ملک میں ریڈیو سٹیشن بنانے کی خواہش کا اظہار کیا اور بڑے بڑے ہوٹلوں میں قرآن کریم کے نسخے رکھوائے۔ ۱۹۸۰ء میں آئرلینڈ کے ایک صحافی کے استفسار پر آپ نے فرمایا :-

"مغرب و مشرق کے بیشتر ممالک میں ہمارے مشن قائم ہیں اور قرآن مجید کا ترجمہ بھی متعدد زبانوں میں شائع ہو چکا ہے ہماری کوشش یہ ہے کہ دنیا کی ہر زبان میں قرآن مجید شائع کیا جائے۔ بہرحال ہماری کوششیں جاری ہیں اور ہم جلد یا بدیر اس میں کامیاب ہو جائیں گے"۔

(دورہ مغرب ۱۴۰۰ھ)

آپ کی یہ عظیم تمنا تھی کہ جو عشق قرآن آپ کے سینہ میں موجزن ہے وہ ہر احمدی کے دل میں پیدا ہو جائے اور ہر احمدی قرآن کریم کے نور کو ساری دنیا میں بکھیرتا پھرے آپ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا :-

"ایک احمدی ہونے کی حیثیت سے آپ کا پہلا اور آخری فرض یہ ہے کہ آپ اپنی اولاد کو پہلے قرآن کریم ناظرہ پڑھائیں اور پھر اس کا ترجمہ سکھائیں پھر ان کے لئے ایسا ماحول پیدا کریں کہ قرآن کریم کی محبت اور عشق ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے"۔

(الفضل ۳ فروری ۱۹۶۶ء)

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تیسری شرطِ بیعت

یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکمِ خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

تحریک جدید کی اہمیت

بانی تحریک جدید سیدنا حضرت مصلح موعود کے الفاظ میں

(از مکرم ملک منور احمد صاحب جاوید قائد تحریک جدید مجلس انصار اللہ پاکستان)

تحریک جدید خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے!

"میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے جماعت کے دوستوں میں ہمت پیدا کرے گا اور پھر جو کوتاہی رہ جائے گی اسے اپنے فضل سے پوری کرے گا- یہ اسی کا کام ہے اور اسی کی رضامندی کے لئے میں نے یہ اعلان کیا ہے- **زبان گو میری ہے مگر بلاوا اسی کا ہے**- پس مبارک ہے وہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بلاوا سمجھ کر ہمت اور دلیری سے آگے بڑھتا ہے اور خدا تعالیٰ رحم کرے اس پر جس کا دل بزدلی کی وجہ سے پیچھے ہٹتا ہے"-

سب کچھ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کردو

"اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے قرب میں بڑھنے کا تحریک جدید کے ذریعہ جو موقع عطا فرمایا ہے اس کو ضائع مت کرو- آگے بڑھو اور خدا تعالیٰ کے بہادر سپاہیوں کی طرح جو جان و مال کی پروا نہیں کیا کرتے اپنا سب کچھ قربان کردو اور دنیا کو یہ نظارہ دکھا دو کہ بے شک دنیا میں دنیاوی کامیابیوں اور عزتوں کے لئے قربانی کرنے والے لوگ پائے جاتے ہیں مگر محض خدا کے لئے قربانی کرنے والی جماعت آج دنیا کے پردہ پر سوائے جماعت احمدیہ کے اور کوئی نہیں اور وہ اس قربانی میں ایسا امتیازی رنگ رکھتی ہے جس کی مثال دنیا کی اور کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی"-

اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کا ذریعہ

"یاد رکھو تحریک جدید اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے- ایسا موقع سینکڑوں سال پہلے کسی کو ملا ہے نہ آئندہ ملے گا"-

بے دریغ قربانی کرنے کا موقع

"ہماری جماعت کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جس کام کے لئے ہم کھڑے کیے گئے ہیں وہ کام بے دریغ قربانی چاہتا ہے- جب تک ہم بے دریغ قربانی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے (دین حق) اپنے حق کو واپس نہیں لے سکتا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ورثہ عیسائیت کے پاس جا چکا ہے اس کو واپس لینا آسان نہیں- پس ہم تھوڑے سے لوگ جو اس بڑے کام کے لئے کھڑے ہوئے ہیں جب تک اپنی تمام طاقتوں کو مجنوں کی طرح نہ لگا دیں اور دیوانوں کی طرح ہر ایک

قربانی کرنے کے لئے تیار نہ ہوں اس وقت تک ہمارے ہاتھوں سے کامیابی ہونا مشکل ہے"۔

تمہارا رب تمہیں قربانی کے لئے بلاتا ہے

"تم جانتے ہو کہ تمہیں کس کی آواز بلا رہی ہے؟ میری نہیں۔ کسی اور انسان کی نہیں۔ کسی اور بشر کی نہیں بلکہ عرش پر بیٹھے ہوئے خدا نے ایک آواز بلند کی ہے۔ تمہیں پیدا کرنے والا تمہارا رب اپنے دین کے لئے قربانی کے لئے بلاتا ہے"۔

ہر کام اپنے مرحلہ میں مکمل ہونا چاہیے
(یعنی وعدوں کا اور وصولیوں کا)

"مومن کو اپنے کاموں میں ہوشیار ہونا چاہیے۔ اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں جلدی اور احتیاط سے کام کرنا چاہیے۔ احتیاط اس لئے کہ اگر ہم اپنے اندازے میں غلطی کر جائیں اور کام کے بعض پہلو ترک کر دیں تو ہمیں نتیجہ کی امید نہیں ہو سکتی اور جلدی اس لئے کہ یہ زمانہ جلدی کرنے کا ہے۔ دنیا دوڑ رہی ہے جب تک ہم دنیا کے ساتھ ایسی رفتار کے ساتھ نہ دوڑیں کہ ہماری رفتار اس سے تیز ہو اس وقت تک ہمیں کسی اچھے نتیجہ کی امید نہیں ہو سکتی"۔

ہر سال گزشتہ سال سے بڑھا ہوا ہو

"خدا تعالیٰ نے تمہارے اندر ایسی روح پیدا کر دی ہے کہ تم نے بہر حال بڑھنا ہے چاہے تمہارا ارادہ اور عزم ساتھ شامل ہو یا نہ ہو۔ پھر جس طرح یہ نہیں ہو سکتا کہ پانچ چھ سال کے بچہ کا لباس آٹھ نو سال کی عمر کے بچہ کو پورا آسکے اس طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ تمہارے پچھلے سال کا چندہ اگلے سال کے لئے کافی ہو۔ جب تک تم پہلے سے زیادہ قربانی نہیں کرو گے۔ جب تک تم اپنے چندے کو اپنے پہلے سالوں سے زیادہ نہیں بڑھاؤ گے۔ جب تک تم چندہ دینے والوں کی تعداد ہر سال بڑھاتے نہیں جاؤ گے تمہارا لباس تمہارے جسم پر بے جوڑ معلوم ہو گا.......... اگر تمہاری شہرت کے مقابلہ میں تمہارا کام اور تمہارا چندہ کم ہو تو سب دیکھنے والوں کو تمہارا یہ عیب نظر آئے گا۔ تمہارا کام آج ہر قوم کے سامنے ہے"۔

خدا تعالیٰ کے رستہ میں خرچ کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہیں اور دے گا

"اگر تم اپنوں اور بیگانوں میں عزت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ ہے کہ تم حوصلہ اور ہمت سے کام کرو۔ اگر تم خدا تعالیٰ کے رستہ میں خرچ کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہیں اور دے گا۔.......... اگر کوئی شخص مالی لحاظ سے یا ایمان کے لحاظ سے کمزور بھی ہو تو اسے چاہیے کہ بناوٹ سے ہی ساتھ چلتا چلا جائے"۔

روحانی جوانی! -

"روحانی طور پر یہ زمانہ تمہارے لئے اس قدر مبارک ہے کہ اگر تم یہ دعائیں کرتے رہو کہ تم بوڑھے نہ ہو تو تمہارا

جوانی کا زمانہ ہمیشہ قائم رہے گا......... روحانی جوانی کو تم سینکڑوں۔ لاکھوں بلکہ کروڑوں سال تک بھی قائم رکھ سکتے ہو۔ اس کا نمونہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگلے جہان میں جو جنت ملے گی اس میں کوئی بوڑھا نہیں ہوگا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اگر کوئی قوم روحانی طور پر جوان رہنا چاہتی ہے تو اس پر بڑھاپا نہیں آتا۔ پس اگر تم جوان رہنا چاہتے ہو تو تمہیں ہر روز اپنی قربانی بڑھانی پڑے گی۔ اگر تمہیں ایسا کرتے ہوئے بشاشت محسوس نہیں ہوتی تو تم خدا تعالیٰ کی خاطر بناوٹ کے طور پر ہی اپنی قربانی کو بڑھاؤ۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اگلے سال تمہیں سچے دل سے خدا کی خاطر قربانی کرنے کی توفیق مل جائے گی"۔

عہد کو نباہنا ایک فرض ہے

"مومن کا قول اور عمل برابر ہونا چاہیے۔ غیر مومن جو کہتا ہے ضروری نہیں کہ اسے پورا بھی کرے....... لیکن....... مومن جو وعدہ کرتا ہے اسے سنجیدگی کے ساتھ سو فیصد پورا کرتا ہے"۔

"اگر کوئی شخص کسی قربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے تو اس کا فرض ہے کہ اپنے عہد کو نباہے خواہ کس قدر تکلیف ہی ہو۔ اور یقین رکھے کہ خدا تعالیٰ کے لئے موت قبول کرکے انسان موت کا شکار نہیں ہوتا۔ بلکہ موت سے محفوظ ہو جاتا ہے"۔

مبارک ہیں وہ جو.............

"پس مبارک ہیں وہ جو بڑھ چڑھ کر اس تحریک میں حصہ لیتے ہیں کیونکہ ان کا نام ادب و احترام سے (دین حق) کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا اور خدا تعالیٰ کے دربار میں یہ لوگ عزت کا مقام پائیں گے"۔

تحریک جدید میں شمولیت کی اہمیت اور دعا

"اگر تمہیں ابھی تک تحریک جدید میں حصہ لینے کی توفیق نہیں ملی تو اللہ تعالیٰ تمہیں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور تمہارے دلوں کی گرہیں کھول دے۔ اور اگر تمہیں اللہ تعالیٰ نے اس میں حصہ لینے کی توفیق تو دی ہے لیکن تم نے اپنی حیثیت کے مطابق اس میں حصہ نہیں لیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں بشاشت ایمان عطا فرمائے تا تم اپنی حیثیت کے مطابق اس میں حصہ لے سکو۔ اور اگر تم نے حصہ لیا تھا اور اپنی حیثیت کے مطابق لیا تھا لیکن اپنی کسی شامت اعمال کی وجہ سے یا کسی مجبوری کی وجہ سے تم اپنا وعدہ پورا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ تمہاری شامت اعمال اور مجبوریاں دور کرے اور تمہیں اپنا وعدہ پورا کرنا کی توفیق بخشے"۔

اللہ تعالیٰ سب احمدیوں کو بشاشت ایمان' اپنا قرب' روحانی جوانی اور حضور کے منشاء کے مطابق تحریک جدید میں شمولیت' وعدہ اور وعدہ کی ادائیگی کی توفیق بخشے۔ آمین

دُنیا کی سب سے بڑی بدنصیبی دُعا سے تعلق توڑ لینا ہے

"دُنیا میں سب بدنصیبیوں سے بڑھ کر بدنصیبی کیا ہؤا کرتی ہے۔ دُنیا میں ایسی قومیں بھی ہیں جن پر مصیبتوں کے وقت بھی آتے ہیں تب بھی وہ خدا کو نہیں پکارتے اور بہت سے ایسے لوگ ہیں جو مصیبتوں کے وقت خدا کو یاد کرنے لگ جاتے ہیں۔ ان کا ذکر خدا تعالیٰ نے مختلف جگہوں پر فرمایا اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ دوبارہ اس پہلی حالت کو لوٹ جائیں گے پھر بھی ہم بعض دفعہ ان کی دعائیں سُنتے رہے کیونکہ انکو دعا کی طرف توجہ تو تھی۔ یہ خیال تو آتا تھا کہ ہمارا ایک رب ہے اس کی طرف ہمیں جُھکنا چاہیئے اور اس سے مدد مانگنی چاہیئے لیکن وہ بدنصیب جن پر بدنصیبی غلبہ پا جائے وہ دُعا کے مضمون کو ہی بُھول جاتے ہیں۔ اِس پہلو سے آج کی دُنیا پر اگر آپ نظر ڈالیں تو یقیناً انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ..... زمانے کی قسم! زمانہ بہت بڑے گھاٹے میں جا رہا ہے کیونکہ آج دُنیا کی بھاری اکثریت وہ ہے جو دعا کا مضمون ہی بُھلا چکی ہے۔ جتنی دعا جماعتِ احمدیہ میں کی جاتی ہے اور جتنا دعا کا ذکر جماعتِ احمدیہ میں چلتا ہے بعض ایسے بڑے بڑے خطّے ہیں جہاں ساری آبادی مِل کر بھی ساری زندگیوں میں دعا کا اتنا ذکر نہیں کرتی جتنا جماعتِ احمدیہ ایک سال بلکہ ایک مہینہ میں کرتی ہے بلکہ جماعتِ احمدیہ کی دعاؤں کے بعض دن بعض بڑے اعظموں کی دعاؤں پر غالب آجاتے ہیں۔ پس دعا ہی حقیقت میں روحانی زندگی ہے اور جو قوم دعا کے ذریعہ خدا تعالیٰ سے تعلق کاٹ لیتی ہے اس کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ پس دعائیں نامقبول بھی ہوں تب بھی دعا میں لگے رہنا چاہیئے کیونکہ ایک وسیلہ تو ہے، ایک واسطہ تو ہے خدا سے جس سے زندگی کی رمق قائم رہتی ہے اور ایک امید باقی رہتی ہے۔ پس ایسی دعائیں بھی جو نامقبول ہوں اور نامقبول رہیں بسا اوقات ان کو بھی بالآخر پھل لگ جاتے ہیں..... پس اللہ تعالیٰ جماعت کو ہمیشہ اسی حال پر قائم رکھے اور ایسی موت نصیب فرمائے جس موت کے متعلق اللہ تعالیٰ خود رضا کی نظریں ڈال رہا ہو۔ وہ نفسِ مطمئنہ ہمیں عطا کرے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ خود قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ جب اس کا میری طرف لوٹ آنے کا وقت آئے گا تو مَیں اُسے کہوں گا کہ..... اے نفسِ مطمئنہ، اے میرے بندے اپنے ربّ کی طرف لوٹ آ..... ایسی حالت میں کہ تُو بھی راضی ہے اور مَیں بھی تجھ سے راضی ہوں۔ دونوں راضی ہیں۔ تو راضی بھی ہے اور مرضیہ بھی ہے یعنی میری رضا کو پانے والا ہے..... پس آ اور میرے بندوں میں داخل ہو جا..... اور میری جنّت میں داخل ہو جا یعنی وہ جنّت جو خاص میرے بندوں کیلئے بنائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں داخل فرمائے جن کے ایسے پیارے اور نیک انجام کی خبر دی گئی ہے۔"

(الفضل ۲۳ فروری ۱۹۹۲ء)